صراطِ مستقیم

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْا اِلَيْهِ وَقَرَأَ: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ الاية [رواہ احمد والنسائی والدارمی]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں طرف اور خط کھینچے اور فرمایا: یہ اور راہیں ہیں۔ ان میں ہر ایک راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ ''یہ میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔''

دین کے بنیادی اصول ⑳

اصول نمبر 20:...... وَالْإِیْمَانُ بِالْحَوْضِ، وَاَنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَوْضًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَرِدُ عَلَیْہِ اُمَّتُہُ عَرْضُہُ مِثْلُ طُوْلِہِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ، آنِیَتُہُ کَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ، عَلٰی مَا صَحَّتْ بِہِ الْاَخْبَارُ مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ۔

''حوض پر ایمان (بھی اصول ایمان سے ہے)، اور یہ کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کا ایک حوض ہوگا وہاں آپ کی امت آئے گی، اس کی لمبائی چوڑائی ایک جیسی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگی، اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے، اس بارے میں مختلف روایات ثابت ہیں۔''

شرح: یہ بھی آخرت کے دن پر ایمان سے ہے، اس بارے میں تیس یا چالیس احادیث منقول ہیں، مثلاً:

(۱) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اس کے چاروں کنارے برابر ہیں، اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید، اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ اچھی، اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، جو اس سے پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ گا۔'' [صحیح بخاری: ٦٥٧٩۔ صحیح مسلم : ٢٢٩٢]

(۲) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! حوض کے برتن کیسے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس کے برتن سخت اندھیری رات میں آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، یہ برتن جنت کے ہوں گے، جو اس سے پی لے گا دوبارہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، جنت کے دو پرنالے اس میں گر رہے ہوں گے، جو اس سے پی لے گا کبھی پیاس نہ لگے گی، اس کی لمبائی چوڑائی ایک جیسی ہے، عمان سے ایلۃ نامی جگہ تک، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔'' [صحیح مسلم : ٢٣٠٠]

(۳) جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میں حوض پر تم سے پہلے موجود ہوں گا۔'' [صحیح بخاری: ٦٥٨٩۔ صحیح مسلم : ٢٢٨٩]

(۴) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میں حوض پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو وہاں آئے گا وہ پئے گا، اور جس نے پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، وہاں میرے پاس کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ میں انہیں اور وہ مجھے پہچان لیں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔'' [صحیح بخاری: ٦٥٨٣۔ صحیح مسلم : ٢٢٩٠]

(۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں حوض پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، کچھ لوگوں سے متعلق مجھ کے جھگڑا ہوگا پھر میں ان پر غالب آؤں گا اور کہوں گا: اے میرے ربّ! یہ میرے ساتھی ہیں، یہ میرے ساتھی ہیں۔ مجھے جواب دیا جائے گا: آپ نہیں جانتے! انہوں نے کیا کچھ آپ کے بعد شروع کر دیا تھا۔'' [صحیح بخاری: ٦٥٧٦۔ صحیح مسلم : ٢٢٩٧]

فہرست

تسلسل

اداریہ ملک عصمت اللہ

اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبریں انتہائی رنج اورافسوس کے ساتھ پڑھی گئیں:

حکومت پنجاب نے اپریل سے شروع ہونے والے تعلیمی سیشن میں پرائمری اورسیکنڈری سکولوں میں انگریزی کوذریعہ تعلیم بنانے اورعربی زبان کوجونصاب تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی تھی اسے چھٹی کلاس سے ختم کرکے کمپیوٹرسائنس کولازمی مضمون کےطورپر پڑھانے کے نوٹیفیکیشن جاری کردیئے ہیں۔ بالفاظِ دیگرعربی زبان کونصاب سے نکال باہرکیا گیا ہےاوراردوزبان کی حیثیت انگریزی زبان کے مقابلے میں محض ثانوی ہوکررہ گئی ہے۔تاہم اب تک گنجائش تھی کہ طلباءعربی یااردوبطوراختیاری مضمون پڑھ سکیں لیکن اس پرمزید ستم یہ ڈھایا گیا ہے کہ ہائرسیکنڈری سکولز کےطالب علموں سےاختیاری مضامین کےانتخاب کااختیارچھین کرسربراہ ادارہ کودے دیا گیا ہے۔اب کوئی بھی طالب علم اپنی مرضی سےاختیاری مضمون نہیں رکھ سکے گا۔سربراہ ادارہ طالب علم کی جانب سےاختیاری مضمون کاانتخاب اس وقت منظورکرے گا جب اس مضمون میں کم ازکم بیس (۲۰) طالب علم ہوں گے۔[روزنامہ ایکسپریس ۲۰مئی ۲۰۱۰ء]

اسی طرح عربی زبان کوبطوراختیاری مضمون پڑھنے کا جوراستہ کھلا تھا اسے بھی بندکردیا گیا۔نہ بیس طالب علم عربی اختیاری کے ہوں گے نہ یہ مضمون پڑھا جاسکے گا یعنی نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

یہ قدم کسی لامذہب یا سیکولرحکومت نے اٹھایا ہوتا تو ہمیں شاید اس قدرافسوس نہ ہوتا مگر یہ اعلان اس حکومت نے کیا جس کے کارپردازان (شریف برادران) کی دین کے ساتھ گہری وابستگی عمومی طورپرمعروف تھی، پنجاب حکومت کے اس نوٹیفیکیشن کے اجراء نے یہ سوچنے پرمجبورکردیا کہ مذہب کے ساتھ ان کی وابستگی کہیں ان کی سیاسی یاانتخابی ضرورت ہی تونہ تھی؟ یہ تسلیم کرنا تو مشکل ہے لیکن ایسے لادینی اقدامات سے ان کا عالمی مافیا کے ایجنٹ ہونے کا تاثر بھی مترشح ہونے لگتا ہے۔

''بکری'' دورِحکومت یعنی مشرف دورِحکومت میں جس طرح ایف۔اے اوربی۔اے کے نصاب میں سے سورۂ انفال وتوبہ کی آیات جہادکونصاب سے نکال دیا گیا تھا ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نوٹیفیکیشن اس سازش اوردسیسہ کاری کا تسلسل ہے۔تب یہ کیوں ہوا؟ یا اب یہ کیوں ہورہا ہے؟ اس سوال یا سوالات کے جواب کے لیے ماضی قریب کی تاریخ میں جھانکنا ہوگا۔

بڑی طاقت ہونے کے زعم میں روس افغانستان کوتر نوالہ سمجھتے ہوئے بڑے طنطنے سے داخل ہوا۔اس کا زعم تھا کہ افغانستان پرقبضہ کا معاملہ دوچاردنوں میں نمٹ جائے گا لیکن ان کی توقعات کے برعکس یہ معاملہ ہفتوں، پھرمہینوں اورسالوں تک لٹک گیا۔افغان مسلمان ان کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوئے اوراس طرح روسیوں کا یہ سنہرا خواب ریزہ ریزہ ہوکربکھر گیا۔

اس صورت حال میں افغان مسلمانوں کا ساتھ اوران سے بےلوث عملی تعاون جب پاکستان کےصدرضیاءالحق نے شروع کیا تو امریکہ ایک تماشائی کی حیثیت سے ایک عرصہ تک اس کا بغورمطالعہ کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ روس افغان مسلمانوں کے ہاتھوں پٹ کرتقریباً ادھ موا ہوچکا ہےتو وہ اپنے دیرینہ حریف کوانجام تک پہنچانے کے لیے افغان مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کے نام پر جنگ میں شامل ہوگیا یعنی دوسرے لفظوں میں امریکہ نے حلیف کو چت کرنے کے لیےان مسلمانوں کے کندھوں کا استعمال شروع کردیا۔ کیوں کہ اس وقت امریکہ نے افغان مسلمانوں کومفاد ایک ہونے کا یقین دلا دیا تھا۔افغان مسلمانوں کا مطمع نظر یہ تھا کہ روس کوشکست دے کراپنی آزادی اورخودمختاری کا تحفظ کیا جائے لیکن امریکہ بہادراپنے دیرینہ حریف......روس......کوجس کے سامنے کھل کرآنے کی اس میں ہمت نہ تھی اورمدتوں اس کے ساتھ سرد جنگ لڑتا رہا تھا، اب اس نے اسے یکا یک گرم جنگ میں تبدیل کردیا اورروس کوشکست

دے دی۔

اس صورتِ حال کو بعض نادان لوگوں نے یہ سمجھا کہ افغان مسلمان امریکہ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔امریکہ افغان مسلمانوں کو یہ دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ ان کی جنگ لڑ رہا ہے اور یہ سادہ لوح افغان مسلمان اس کے بھرے میں آ گئے حالاں کہ حقیقت یہ تھی کہ امریکہ ان کی آڑ میں اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہا تھا۔ یہ تھی وہ صورت حال جس میں روس کو دوبارہ دریائے آموکی اس پار پناہ لینا پڑی۔

افغانستان سے روس کے نکل جانے کے بعد امریکہ نے روائتی دسیسہ کاری کے ساتھ افغان مسلمانوں میں طالبان نام کی ایک جماعت تشکیل دی، اس کو متعارف کرایا، نمایاں کیا جس سے شیطنت صفت امریکہ کی غرض افغان مسلمانوں کو دام تزویر میں پھنسا کر نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل تھی۔لیکن افغان مسلمانوں نے اس کے عملی تعاون کے بغیر ہی افغانستان میں امن، عدل، پوست کا اختتام اور خلافت اسلامیہ کا طرزِ حکومت اختیار کر کے طاغوت کو دنگ کر دیا تو پھر امریکہ کا ماتھا ٹھنکا کہ اس کا دجل وفریب ناکام ہو گیا۔ پھر اس کو بھی روس جیسی حماقت سوجھی کہ وہ افغان مسلمانوں پر طاقت کے بل بوتے پر تحکم قائم کرے۔فرق صرف یہ رہا کہ سنگلاخ افغانستان میں بھٹکنے کے لیے روس اکیلا ہی آن داخل ہوا تھا امریکہ نے اس میں دنیا خصوصاً پاکستان کو اس دلدل میں اس لیے گھسیٹ لایا کہ ۱۹۸۰ء کی پاکستانی حکومت کی طرح کہیں پھر پاکستانی حکومت افغان مسلمانوں کی مدد کے لیے میدان میں نہ کود پڑے۔اور اب صورت حال یہ ہے کہ امریکہ بھی افغان مسلمانوں کو مغلوب تو نہیں کر سکا اب وہ افغانستان سے بھاگ نکلنے کے راستے تلاش کر رہا ہے اور افغان مسلمانوں پر مذاکرات کے ڈورے ڈال رہا ہے۔اس صورت حال نے اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ ان وجوہات کا کھوج لگائے جن کے سبب روس اور وہ خود بھی افغان مسلمانوں کو زیر کرنے میں ناکام رہے۔بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمانوں کے اندر جب تک جذبہ جہاد موجود رہے گا تب تک ان پر غلبہ پانا ممکن نہ ہو گا۔اس لیے مسلمانوں کا رشتہ قرآن سے کاٹنا ضروری سمجھا گیا۔اس کا پہلا تجربہ پاکستان کے نصاب تعلیم سے جہاد پر مبنی سورتوں کو ایف اے، بی اے کے نصاب سے خارج کرانا تھا۔اب قرآن کی زبان عربی سے نابلد رکھنے کے لیے حکم رانوں کے ذریعے اوٹ پٹانگ قسم کے اقدام کرائے جا رہے ہیں۔تا کہ مسلمانوں کا اپنے مذہب سے رشتہ بھی ختم ہو اور امت مسلمہ کا باہمی رابطہ بھی باقی نہ رہے۔ان حقائق کے پیش نظر ہم یہ رائے رکھنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے حکمران دانستہ یا نادانستہ طور پر اس عالمی مافیے کے ایجنڈے کی تکمیل کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

واضح رہے کہ عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینے کا سہرا مبغوض جمہوریان مرحوم صدر ضیاء الحق کے سر ہے کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ نسل نو کا اپنی دینی زبان سے ربط برقرار رہے جب کہ ہمارے حکمران عربی زبان کی قدر و منزلت اور اہمیت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔عربی قرآنِ مجید کی زبان ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے۔حدیث وفقہ کی زبان ہے۔اہل جنت کی باہمی گفتگو کی زبان ہے۔۲۲ عرب ممالک میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔دنیا کے اندر بولی اور سمجھی جانی والی اوّلیں چھ زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔۲۸۰ ملین افراد کی زبان ہے۔ملت اسلامیہ کی باہمی رابطے کی زبان ہے۔ان تمام حقائق کے باوجود اس زبان کو تعلیمی نصاب سے نکالنا ہوشمندی کی علامت نہیں بلکہ اس بابرکت زبان کی اہمیت سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے تو یہ ہماری قومی اور سرکاری زبان ہے جس نے نظریہ پاکستان کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔کوئی قوم واحد سرکاری زبان کے بغیر متحد نہ ہو سکتی اور نہ ہی رہ سکتی ہے۔گویا یہ ہماری قوم کے اتحاد کی علامت ہے۔اردو زبان کو اس کے اصل مقام سے محروم کر کے قوم کے اندر انتشار وخلفشار کے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ہمارا یہ احساس روز بروز بڑھتا جا رہا ہے کہ ملک کے حکمرانوں نے سنجیدگی سے کبھی بھی پاکستانی نقطہ نظر سے اپنے مسائل کو حل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ طاغوت کی دی ہوئی پالیسیوں کے مطابق پاکستان پر نیو ورلڈ آرڈر کے دیئے ہوئے اہداف کو پورا کرنے کی سعی مسلسل کر رہے ہیں۔

ہم اس غیر مناسب اقدام کی شدید الفاظ میں مذمت بھی کرتے ہیں اور حکومت وقت سے مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ فی الفور اپنے اس دین گریز نوٹیفیکیشن کو واپس لے۔اور اردو اور عربی زبان کی تعلیمی نصاب میں پرانی پوزیشن بحال کرے۔

ہم اپنے حکمرانوں سے بصد ادب درخواست کریں گے کہ وہ عالمی سازشوں کو سمجھیں اور اس کا شکار ہونے کی بجائے ان کا توڑ اور مداوا کریں۔وہ عالمی مافیا کے مہروں کا کردار وہ کب تک ادا کرتے رہیں گے؟ وہ اس کی بجائے امت مسلمہ کی صحیح قیادت کا فرض سرانجام دیں۔

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ

(۱۵۱ .... ۱۵۴)

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ ۔م: ۱۲۳۰ھ

......تعلیقات بر احسن الفوائد......
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ۔م: ۱۴۰۷ھ

......حواشی......
①......احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ ۔م: ۱۳۳۰ھ
②......احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ ۔م: ۱۳۳۸ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيۡكُمۡ وَ يُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ

جیسے ہم نے تم میں رسول بھیجا (جو) تم ہی میں سے ہے، تمہارے پاس ہماری آیتیں پڑھتا، تم کو سنوارتا، کتاب اور تحقیق (دانائی کی) بات سکھاتا (ہے)

وَ يُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (۱۵۱) فَاذۡكُرُوۡنِيۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِيۡ وَ لَا تَكۡفُرُوۡنِ (۱۵۲)

اور تم کو (وہ) سکھاتا (ہے) جو تم نہ جانتے تھے۔ (۱) تو تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں (گا)، میرا احسان مانو اور ناشکری مت کرو۔ ❶ (۲)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ (۱۵۳)

اے مسلمانو! ثابت رہنے اور نماز سے قوت پکڑو، بے شک اللہ ثابت رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ ❷

وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (۱۵۴)

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں مارا جائے (اسے) نہ کہو کہ مردہ ہے، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔''

احسن الفوائد

❶: تبدیل قبلہ کے حکم کو اللہ نے تین دفعہ بتکرار ذکر فرمایا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

شریعت میں پہلا حکم یہی تھا، اس سے سابقہ حکم یعنی بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہوا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے تاکید کے ساتھ تین دفعہ ارشاد فرمایا ہے، تاکہ اس حکم کی پوری تعمیل ہو۔

نیز یہود کو اس الزام کا موقع نہ مل سکے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اوصاف میں سے تورات کے اندر یہ بات بھی مذکور ہے: ''اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبدیل قبلہ کا حکم آئے گا۔'' اگر یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان پر وہ حکم کیوں نہ آیا؟ جب تبدیل قبلہ مخالفین کی حجت روکنے کی وجہ سے ایک نعمت الٰہی ہے تو اسی نعمت کے ذیل میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نعمت کا ذکر فرمایا۔ وہ نعمت خود نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا ہے جو مخالفوں کی روک، قوم کی عزت اور نزول وحی سب نعمتوں کا سبب ہے۔

چناں چہ ہر نعمت پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا ضروری ہے تاکہ موجودہ نعمتوں کا زوال نہ ہو اور آئندہ نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت والی آیت کے اختتام پر مسلمانوں کو اس کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی کہ تم اگر اللہ کے ذکر میں مشغول رہو گے تو اللہ تمہارے ذکر میں مشغول رہے گا۔ اللہ کا ذکر یہ ہے کہ اس کو دل سے نہ بھلانا، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری خلوص دل سے کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کا ذکر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ آخرت میں ان کی مغفرت کرے گا اور اب ملائکہ میں ان کی تعریف وتوصیف کرے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح

(۱۵۱ .... ۱۵۴)

حدیث نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے اگر تو مجھ کو دل ہی دل میں یاد کرے گا تو میں بھی تجھ کو دل ہی دل میں یاد کروں گا، اگر تو مجھ کو لوگوں کی جماعت میں یاد کرے گا تو میں تیرے جیسی جماعت سے بہتر فرشتوں کی جماعت میں تیرا ذکر کروں گا۔

اگر تو مجھ سے بالشت بھر قریبی اور حضوری ڈھونڈے گا تو میں تجھ سے گز بھر قریبی اور حضوری ڈھونڈوں گا۔ اگر تو میری طرف قدم قدم چل کر آنا چاہے گا تو میں تیری طرف دوڑتا ہوا آؤں گا۔''

غرض اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے ذکر الٰہی اور عمل نیک کر کے جو چاہے اس کی عام رحمت سے فیض پائے، اور جس کی قسمت میں اس فیض عام سے محرومی لکھی ہو وہ کم بخت محروم رہے۔

اس میں جو یہ فرمایا ہے کہ نبی تم کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے تو کتاب سے قرآن مجید جب کہ حکمت سے حدیث شریف مراد ہے۔

[ابن کثیر]

(......قرآن مجید میں جہاں لفظ کتاب وحکمت یکجا آیا ہے اس کے معنی سلف نے قرآن وحدیث کے کیے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر وشکر یہی ہے کہ ان دونوں پر عمل کیا جائے، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ناشکرے ہیں۔ [ترجمان، نواب صاحب] ......حنیف رحمہ اللہ)

❷: یہاں سے اشارہ ہے کہ جہاد میں محنت کرو اور مضبوطی اختیار کرو۔ [موضح]

(......اوپر کی آیت میں شکر کا حکم فرمایا، اس آیت میں صبر کا ارشاد ہے۔ یعنی نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر۔ ......حنیف رحمہ اللہ)

❸: (...... یہ آیت شہدائے بدر کے بارے میں اتری جو چودہ آدمی تھے، چھ مہاجر چھ انصار۔ اس پر بعض لوگ کہنے لگے کہ فلاں مر گیا اس سے دنیا کا چین گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ کہ تمہارا یہ خیال خام ہے۔ درحقیقت جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے وہ برزخ وقبر میں تم سے زیادہ ناز ونعمت میں بسر کر رہے ہیں، جنت کی سیر ہے، بہتر سے بہتر رزق ہے۔ تمہارے نہ جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ شہیدوں کے رزق پانے کا ذکر احادیث میں بھی وارد ہے۔

[ترجمان وابن کثیر] ......حنیف رحمہ اللہ)

احادیث التفاسیر

(ف:۱) یعنی تم کو ابراہیمی قبلہ دیا ہے تا کہ تم پر نعمتیں مکمل اور پوری ہو جائیں، اسی طرح تم کو نبی وہ ملا ہے جو تمام انبیاء سے افضل ہے۔ [جامع]

بے انصافوں کی حجت باقی نہ رہنے کی یہ صورت ہے کہ یہود ونصاریٰ کہتے تھے کہ جب یہ ہمارے دین کی پیروی نہیں کرتے تو ہمارے قبلے کی طرف نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ اسی طرح مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں مگر نماز اس قبلہ کی طرف رخ کر کے کیوں نہیں پڑھتے؟

اب جو کعبہ شریف کا حکم آ گیا تو دونوں کی حجت رفع ہو گئی، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے کے حکم ہونے کی خواہش تھی، چناں چہ اللہ پاک نے اپنے فضل سے اس کو پورا کر دیا۔

(ف:۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے:

یقول الله تعالی: انا عند ظن عبدی بی وانا معه حین یذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم. وان اقترب الی شبرا اقتربت منه ذراعا وان اقترب الی ذراعا اقتربت الیه باعا وان اتانی یمشی اتیته هرولة. (وقال حسن صحیح غریب)

''یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں اپنے بندے کے خیال کے نزدیک ہوں اور جب کبھی وہ مجھ کو یاد کرتا ہے میں وہیں موجود ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اُس کو بہت بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں (یعنی فرشتوں کی جماعت میں اُس کا تذکرہ کرتا ہوں) اگر بندہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اُس کی طرف ایک گز آتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک گز آتا ہے تو

میں اُس کی طرف دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے برابر آتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں۔''

ایک روایت میں مرفوعاً یوں ہے:

سبق المفردون قالوا یا رسول الله وما المفردون قال مستهزؤن فی ذکر الله یضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القیمة خفافا۔

[ترمذی، ص: ۲۱۹]

یعنی ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفردون لوگ درجے اور مرتبے میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مفردون کون ہیں؟ فرمایا جن کو ذکر الٰہی کی حرص ہے کہ کبھی اُس سے اُن کا پیٹ نہیں بھرتا پس اُس کی برکت سے اُن کے گناہ بخشے جائیں گے وہ ہلکے اور پاک صاف ہو کر قیامت کے میدان میں آئیں گے۔''

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر کمثل الحی والمیت۔

یعنی ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی یادِ الٰہی میں لگا ہوا ہے وہی زندہ ہے اور جو کوئی غافل ہے وہ مردہ کی مثل ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال سبحان الله وبحمده فی یوم ماة مرة حطت خطایا وان کانت مثل زبد البحر۔

یعنی ''جو شخص ایک دن میں ایک سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے اُس کے گناہ اگر سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب بخش دے گا۔'' الحمد للہ تعالیٰ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله تعالی یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاه۔ [رواه البخاری، ص:۱۹۱]

یعنی ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس وقت میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور اُس کے ہونٹ ہلتے ہیں میں اُسی وقت اپنے بندے کے قریب ہوتا ہوں۔''

مطلب یہ ہوا کہ یادِ الٰہی میں ادھر لب ہلایا اور ادھر اللہ سبحانہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اهجر المعاصی فانها افضل الهجرة وحافظی علی الفرائض فانها افضل الجهاد واکثری من ذکر الله فانك لا تأتین الله بشیء افضل واحب الیه من کثرة ذکره۔ [باسناد جید، ترغیب: ۲۹۶]

یعنی ''ام انس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو کچھ وصیت کیجیے! فرمایا: گناہوں سے بچنا یہ اعلیٰ درجہ کی ہجرت ہے، جو چیزیں فرض ہیں اُن کی خوب پابندی اور تقید رکھنا یہ اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے، یادِ الٰہی میں کثرت کرنا پس جس وقت قیامت کے دن تو اللہ پاک کے سامنے جائے گی تو معلوم کرے گی کہ اللہ پاک کے نزدیک یادِ الٰہی کا مرتبہ سب عملوں سے زیادہ ہے۔''

اس موقع پر یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے اوّل گناہوں سے بچنے اور فرائض کی محافظت کی تاکید فرمائی پھر یادِ الٰہی کی فضیلت بیان فرمائی، مطلب یہی ہوا کہ یہ مرتبہ اور قبولیت اُنہیں لوگوں کے ذکر و شغل کے واسطے ہے جو خلاف شرع کام سے بچتے اور ڈرتے ہیں۔ ہاں بتقاضائے بشریت بھول چوک سے یا نفس کی شرارت سے کبھی گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو شرماتے پچھتاتے توبہ کرتے ہیں۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نیز فرمایا:

من قال لا اله الا الله مخلصاً دخل الجنة قیل وما اخلاصها قال ان تحجزه عن محارم الله۔

[ترغیب: ۳۰۰]

یعنی ''جو شخص خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا پوچھا گیا کہ خلوص کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اُن سے بچے تو جان لو کہ خلوص سے کہتا ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو سب آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے اگر کہنے والا شخص کبیرہ گناہ سے بچنے والا ہو۔‘‘ [ترغیب:١٩٤]

قرآنِ مجید کے مختلف مقامات مثلاً: سورۂ احزاب، رکوع ٥، ٦۔ سورۂ زخرف، رکوع ٤۔ سورۂ حشر، رکوع ٣۔ سورۂ منافقون، رکوع ٢۔ سورۂ رعد رکوع ٤۔ سورۂ آلِ عمران رکوع ٢٠ وغیرہ میں یادالٰہی کی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔

> معذرت: احادیث التفاسیر کا ایک اقتباس شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔ گزشتہ شمارہ نمبر ٢١، ص:٧، کالم:١، سطر:٢٥ کے بعد درج ذیل حصہ کو ملا کر پڑھا جائے۔ زحمت پر مکرر معذرت

یہ جو فرمایا کہ اہل کتاب اس قرآن کو یا اِس نبی کو خوب پہچانتے ہیں سو فی الحقیقت توریت وغیرہ میں آپ کی صفات بہت مفصل موجود تھیں، باوجودیکہ اہل کتاب نے اُن میں تبدل وتغیر کر دیا ہے لیکن اب بھی صاف صاف بیان باقی ہے۔

یسعیاہ باب:٥٥، آیت:٤ میں ہے:

’’دیکھو میں نے اُسے قوموں کے لیے گواہ مقرر کیا ہے بلکہ لوگوں کا پیشوا اور فرمانروا۔‘‘

نیز باب:٥١، آیت:٤ میں ہے:

’’ایک شریعت تجھ سے رائج ہوگی اور میں اپنی شرع کو قوموں کی روشنی کے لیے قائم کروں گا۔‘‘

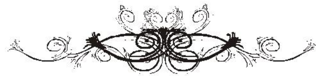
پادری لوگ اگر اپنے آپ کو فی الواقع سچا جانتے ہیں تو مجمع عام میں بتلائیں کہ یہ پیش گوئیاں کس نبی کے بارے میں ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو صاف فرماتے ہیں:

’’میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور کسی طرف نہیں آیا۔‘‘

[دیکھو انجیل متی، باب ١٥، آیت:٢٤]

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل ہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔

[دیکھو توریت مقدس کتاب خروج باب:٣، آیت:١٣، ١٤]



درسِ حدیث

توفیــق البـــــاری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: من دعیٰ فی غیرہ من الدعاء

جوکوئی دعا کے الفاظ کے علاوہ دعا کرے

٦٢٠۔ عن أبی هريرة قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((إنّ الكريمَ ابنَ الكريمِ ابنِ الكريمِ ابنِ الكريمِ، يُوسُفَ بنَ يَعْقُوبَ بنِ إسحٰقَ بنِ إبراهيمَ خليلِ الرَّحمٰنِ تبارَكَ وَتعالٰى))، قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((لو لبثتُ فی السِّجنِ ما لَبِثَ يُوسُفُ ثمّ جَاءَنِی الدَّاعِی لَأَجَبْتُ إذْ جَاءَهُ الرَّسولُ، فقال: ﴿ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللاتِی قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۔ [يوسف:٥٠] ﴾ ورحمةُ اللّٰهِ على لُوطٍ إنْ كَانَ لَيَأْوِی إلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ إذْ قالَ لقومِهِ: ﴿لَو أَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً أو آوِی إلى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ ما إنْ بعثَ اللّٰهُ بعدَهُ من نبِیّ إلَّا فِی ثَرْوَةٍ منْ قَومِهِ)) ۔ قال محمَّدٌ: الثَّرْوَةُ: الْكَثْرَةُ والمِنعَةُ ۔ [صحيح البخاری]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا بے شک کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح قید میں اتنی مدت رہتا پھر مجھے کوئی بلانے آتا تو میں مان لیتا لیکن یوسف علیہ السلام کے پاس جب قاصد آیا تو انہوں نے فرمایا جا اپنے آقا کے پاس اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ اللہ کی رحمت ہولوط نبی پر وہ پناہ پکڑتے تھے طرف ایک رکن شدید کے اپنی قوم سے انہوں نے کہا کاش مجھے تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کا کنبہ قبیلہ مضبوط طاقتور نہ ہو۔"

باب: الناخلة من الدعاء

خلوصِ دل کی دعا کے بیان میں

٦٢١۔ عن عبدِ الرَّحمٰن بن يزيد قال: كانَ الرَّبيع يأتی علقمةَ يومَ الجمعةِ، فإذا لم أكنْ ثمَّةُ أرسلوا إلیَّ، فجاءَ مرّةً ولستُ ثمَّةُ، فلَقِيَنِی علقمةُ وقالَ لی: ألَمْ تَرَ ما جاءَ بِهِ الرّبيعُ؟ قال: ألَمْ تَرَ أكثرَ ما يَدْعُو النَّاسُ، وما أقلَّ إجابتُهُم! وذٰلِكَ أنَّ اللّٰهَ عزَّوَجلَّ لا يقبلُ إلَّا النَّاخِلَةَ مِنَ الدُّعاءِ، قلتُ: أوليسَ قدْ قال ذٰلِكَ عبدُ اللّٰهِ؟ قالَ: وما قالَ؟ قال: قالَ عبدُ اللّٰهِ: لا يسمعُ اللّٰهُ مِنْ مُسَمِّعٍ ولا مُرَاءٍ ولا لَاعِبٍ إلَّا داعٍ دعَا يَثْبُتُ مِنْ قلبِهِ۔ قالَ: فَذكرَ عَلْقَمَةَ؟ قالَ: نَعَمْ ۔ [صحيح الإسناد]

"حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ربیع جمعہ کے دن حضرت علقمہ کے پاس آیا کرتے تھے اگر میں وہاں نہ ہوتا مجھے آدمی بھیج کر بلوا لیتے۔ایک مرتبہ وہ آئے اور میں وہاں موجود نہ تھا پھر حضرت علقمہ مجھ سے ملے اور مجھ سے کہا کیا تم جانتے ہو ربیع کیا کہتے ہیں۔انہوں نے کہا کیا تم دیکھتے

نہیں کہ لوگ کتنی زیادہ دعائیں کرتے ہیں اور کتنی کم قبول ہوتی ہیں! یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل سے نکلی ہوئی دعا کے سوا کوئی دعا قبول نہیں کرتا میں نے کہا کیا عبداللہ نے یہی کہا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شہرت پسند اور ریا کار یا کھیل سے دعا کرنے والے کی دعا قبول نہیں کرتا صرف اس دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے جو دعا اس کے دل کے اندر سے نکلتی ہے یہ ذکر علقمہ سے ہوا کہا ہاں اسی طرح پر ہے۔''

باب: ليعزم الدعاء فإن الله لا مكره له

پختہ یقین کے ساتھ دعا کرنے کے بیان میں

٦٢٢۔ عن أبي هريرة أنّ رسولَ اللهِ ﷺ قالَ: ((إذَا دَعَى أحَدُكُمْ فلا يقُولُ إنْ شئت، وَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وليُعظِّمِ الرَّغْبَةَ، فإنَّ اللّٰهَ لَا يَعْظُمُ عليه شيءٌ أَعْطَاهُ)) [صحيح]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یوں نہ کہے اگر تو چاہے بلکہ پختہ یقین اور لگن کے ساتھ دعا کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے عطا کرنے پر کوئی مشکل نہیں ہوتی۔''

٦٢٣۔ عن أنسٍ قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((إذَا دَعَا أحدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ، ولا يَقُلْ: اللّٰهُمَّ إنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِيْ، فإنَّ اللهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پختہ یقین کے ساتھ کرے۔ یوں نہ کہے اگر تو چاہتا ہے تو عطا کر دے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ہاتھوں مجبور نہیں ہوتا۔''

باب: رفع الأيدي في الدعاء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بیان میں

٦٢٤۔ عن أبي نُعيم ...... وهو: وَهْب ...... قال: رأيتُ ابْنَ عمرَ وابْنَ الزُّبير يدعوَان، يديرَانِ بالرّاحتين على الوجهِ۔ [ضعيف الاسناد]

''ابونعیم وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دعا کرتے ہوئے دیکھا وہ دونوں اپنی ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرتے تھے۔''

فائدہ: دعا میں رفع یدین کرنا منجملہ آداب دعا کے ہے کچھ یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں کہیں رسول اللہ ﷺ سے دعا کرنا ماثور ہے وہاں جب تک صراحت رفع یدین کی نہ ہوتب تک رفع نہ کیا جائے۔

٦٢٥۔ عن عائشةَ رضي الله عنها ...... زعمَ أنَّهُ سَمِعَهُ منها ...... أنّها رأتِ النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُو رَافِعًا يَدَيْهِ يقولُ: ((إنَّما أنَا بَشَرٌ فلا تُعَاقِبْنِي، أيَّما رَجُلٌ مِنَ الْمؤمنينَ آذيتُهُ أو شتمتُه فلا تُعَاقِبْنِي فيهِ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نہیں ہوں میں مگر ایک بشر مجھ سے مواخذہ نہ کرنا کسی مسلمان کو اگر میں نے تکلیف دی ہو یا برا کہا ہو تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔''

٦٢٦۔ عن أبي هريرة قالَ: قَدِمَ الطُّفَيْلُ بنُ عَمْرو الدَّوسيّ على رسولِ اللهِ ﷺ فقالَ: يا رسولَ اللهِ إنّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وأَبَتْ، فادْعُ اللّٰهَ عليها، فاسْتَقْبَلَ رسولُ اللهِ ﷺ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَظَنَّ النَّاسُ أنَّهُ يَدْعُو عليهِمْ، فقالَ: ((اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وائْتِ بِهِمْ)) [صحيح البخاري]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے رسول خدا دوس قبیلہ نے نافرمانی اور انکار کیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے ان پر بددعا کریں رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رو ہوکر دونوں ہاتھ اٹھائے لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان پر بددعا کریں گے آپ نے کہا اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور ان کو ہمارے پاس لے آ۔''

عقائد وایمانیات

قسط ...... (۱)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تقاضے

افادات: شیخ الاسلام ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ...... نظر ثانی واضافہ: محمد عبیداللہ عفیف، بانی مسجد امۃ العزیز

انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ہے۔ جتنے انبیاء اور رسول انسانیت کی طرف بھیجے گئے ان سب نے توحید کی دعوت دی ہے، جیسا کہ قرآن کی تصریح اس پر نص جلی ہے۔

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الانبیاء: ۲۵]

''آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔''

لیکن اس کے باوجود وہ عقیدہ جس میں ابن آدم نے سب سے زیادہ کوتاہی کی ہے وہ عقیدہ توحید ہے۔

اسلام کا عنوان:

ہر ایک مضمون کا عنوان ہوتا ہے۔ اسلام کا یہی عنوان ہے جو کل اسلامی فرقوں میں مسلم ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [محمد: ۱۹]

''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اور ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ [الفتح: ۲۹]

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

ضروری ہے کہ ہر ایک مسلمان اس عنوان سے واقف ہوتا کہ وہ اس اعتقاد پر پختہ ہو جائے۔

لا الٰہ الا اللہ

اسلام جس بات پر فخر کرتا ہے اور یہ فخر اس کا بجا بھی ہے وہ عقیدہ توحید ہے۔ کچھ شک نہیں جس قسم کی خالص توحید اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے کسی اور مذہب نے پیش نہیں کی۔

اسلام نے جو توحید دنیا کو سکھائی ہے اس کا عنوان ہے: لا الٰہ الا اللہ۔ کہنے کو تو یہ ایک دل کش فقرہ ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے مخالف پنڈت سوامی دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں صاف لکھا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ ٹھیک ہے مگر ابتدائے اسلام کے مخالف عرب کے مشرک چوں کہ اس کے معنی اور تفصیل سے واقف تھے اس لیے ان کو اس کلمہ سے اتفاق نہ تھا جیسا کہ ان کے اس انکار کا ذکر قرآن شریف میں ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾

''جب انہیں لا الٰہ الا اللہ سنایا جاتا تو گردن کشی سے انکار کر جاتے تھے۔'' [الصفت: ۳۵]

اس مختصر فقرہ (لا الٰہ الا اللہ) کی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہمیں اس فقرہ کے متعلق اس کے منکروں سے اتنی شکایت نہیں جتنی اس کے ماننے والوں سے ہے جو لا الٰہ الا اللہ کو مدار نجات سمجھ کر بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے اور عملی طور سے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَكٰی

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

﴿ وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ [یوسف: ۱۰۶]

''کہ بہت سے لوگ اللہ کو مان کر بھی شرک کرتے ہیں۔''

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ چوں کہ قرآنی تعلیم ہے اور تمام اسلامی فرقوں میں مسلم ہے اس لیے اس کی تفصیل ہم آیاتِ قرآنی میں سے پیش کریں گے اپنے ذاتی خیالات کو دخل نہ دیں گے۔

قرآنِ مجید میں لا الٰہ الا اللہ کی تشریح کے کئی ایک عنوان مقرر کیے گئے ہیں جو قرآن پر غور کرنے والوں کو مل سکتے ہیں۔

① ...... پہلا عنوان یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ

یعنی لا خالق الا اللہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، جو کسی کو وجود

دے سکے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ [فاطر: ٣]

’’اے لوگو! اپنے حال پر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو اوپر (بذریعہ بارش) اور نیچے سے (بذریعہ روئیدگی) رزق دیتا ہے (کون دے جب کہ) اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں پھر تم کہاں سے بہکے جاتے ہو۔‘‘

﴿ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾

’’جن لوگوں کو مشرکوں نے اللہ کے ساجھی بنا رکھا ہے، کیا انہوں نے بھی اللہ جیسی مخلوق پیدا کی ہے؟ جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ مل کر ان پر مشتبہ ہوگئی ہو؟ (ہرگز نہیں) تو اے نبی ﷺ! کہہ اللہ سب چیزوں کا خالق ہے اور وہ اکیلا ہی زبردست ضابط ہے۔‘‘ [الرعد: ١٦]

وضاحت: یعنی اگر ایسا ہوتا کہ دنیا میں کچھ چیزیں تو اللہ عزوجل نے پیدا کی ہوتیں اور کچھ دوسروں نے تب تو ان مشرکوں کے شرک کی کوئی بنیاد ہوسکتی تھی کہ یہ خالق ہونے کی وجہ سے مستحق عبادت ہیں مگر جب یہ خود مانتے ہیں کہ زمین وآسمان کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ اور صرف اللہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک قرار دیں۔[وحید۔عفیف]

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [فاطر: ٤٠]

’’تو اے نبی ﷺ کہہ کہ بتاؤ جن شریکوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو سہی کیا زمین میں انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کچھ شرکت ہے؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ اس کی دلیل پر یہ لوگ قائم ہیں؟ بلکہ بعض لوگ بعض کو محض فریب کے وعدے دیتے ہیں۔‘‘ (عفیف)

﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل: ٦٤]

’’بھلا کون ہے جو مخلوق کی پیدائش شروع کرتا ہے پھر اس کو لوٹا دیتا ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا کوئی اور معبود بھی اللہ کے ساتھ ہے؟ تو کہہ دو اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔‘‘ (عفیف)

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الانعام: ١٠٢]

’’یہی اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔اسی کو پوجو اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔‘‘

ان آیات نے صاف بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے میں واحد لاشریک ہے یعنی لَا خَالِقَ اِلَّا اللّٰهُ ۔یہ بھی بتلا دیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز چھوٹی یا بڑی اسی کی مخلوق ہے۔اس کے وصف خالقیت کے اثر سے متاثر ہوکر وہ پیدا ہوگئی ہے۔اس اثر کے ہٹنے سے معدوم ہوجاتی ہے۔غور سے سنیے! نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں کیا روح کیا مادہ وہ سب مخلوق ہیں۔اللہ ان سب کا خالق ہے اس نتیجہ کو قرآن مجید نے اور زیادہ الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔چناں چہ ارشاد ہے:

﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان: ٣]

’’اور انہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدائش نہیں کرسکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور اپنے لیے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے، نہ موت کا ان کو اختیار ہے نہ حیات کا، نہ اٹھنے کا۔‘‘ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

زمیناں تے آسماناں اندر مخلوقات جو ساری
ایہہ سب اس دی استا کاری خاکی نوری ناری

(عفیف)

یہ آیت واضح طور پر تشریح کرتی ہے جس کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے جس کسی شخص میں پیدا کرنے کی صفت نہ ہو وہ کسی طرح سے معبودیت میں حصہ دار نہیں ہوسکتا۔ نتیجہ صاف ہے کہ عیسائی جو حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہیں۔ یہ خیال ان کا نہ صرف قرآن مجید کے خلاف ہے بلکہ عقل سلیم کے بھی مخالف ہے اس لیے کہ انجیلوں میں حضرت مسیح کی بابت یہ فقرہ واضح لفظوں میں ملتا ہے۔ یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی۔ [انجیل متی، باب فقرہ:۱۸]

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح بھی یخلقون میں شامل ہیں۔ پس وہ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں۔ اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم رضوان، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اس کے محتاج ہیں (اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی) اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو چیز مخلوق ہے وہ معبود بننے کے لائق نہیں۔

②...... لَا مَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ

چوں کہ دنیا کا خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے جو نیست سے ہست کرتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی شخص کسی چیز کو پیدا کرے اصل مالک وہی ہے۔ اس لیے دوسرا عنوان کلمہ طیبہ کا لا الٰہ الا اللہ یعنی لا مالک الا اللہ، اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الملك: ١]

"اللہ بڑی برکت والا ہے جس کے ہاتھ میں تمام دنیا کی حکومت ہے اور وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔"

ایک مقام پر یوں ارشاد ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر: ١٣]

"یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کا سب کچھ اختیار ہے اس کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک دھاگے کا بھی اختیار نہیں رکھتے یعنی تمام دنیا کی سچی حکومت اسی اللہ کی ہے۔"

﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴾ [طه: ٦]

"جو کچھ آسمانوں، زمینوں اور ان دونوں کے درمیان اور سب سے نیچے ہے وہ اللہ ہی کی ملک ہے۔"

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کی ملک ہے۔" [البقرة: ٢٥٥]

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا: ٢٢]

"تو کہہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو ان کو ذرا پکارو وہ تو نہ آسمانوں میں ذرہ جتنا اختیار رکھتے ہیں نہ زمینوں میں اور نہ ان دونوں میں ان کو کسی قسم کا ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔" (عفیف)

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [يس: ٨٣]

"تو پاک ہے وہ خدا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

﴿ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ [سبا: ٢٣]

"اللہ کے پاس ان کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی مگر اس کو جس کے لیے وہ اجازت بخشے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے ہیبت دور ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے کہتے ہیں سچ فرمایا ہے وہ بڑا بلند بڑی کبریائی والا ہے۔"

﴿ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴾ [الانبيآء: ٢٨]

"اور وہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے

اللہ کی مرضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے کانپ رہے ہیں (یا اس کے جلال سے ڈر رہے ہیں۔)'' (عفیف)

﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ [النجم: ٢٦]

''آسمان کے فرشتے تو بہت سے ایسے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آ سکتی مگر ہاں اللہ جس کے لیے چاہے حکم دے اور اس کی مرضی ہو (تو یہ اور بات ہے۔)'' (عفیف)

مطلب یہ ہے کہ جب فرشتوں کا یہ حال ہے حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں تو تمہارے ان ولیوں اور بتوں کی کیا مجال کہ کسی کی سفارش کر سکیں۔ (عفیف)

قرآنِ مجید کا کوئی پارہ، کوئی رکوع، کوئی صفحہ بلا مبالغہ کوئی فقرہ ایسا نہ ہوگا جس میں صراحتاً یا ضمناً یہ نہ پایا جاتا ہو کہ دنیا کا اصلی مالک اللہ ہے اور کوئی نہیں۔

③......لا قاضی الا اللہ

چوں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک مخلوق کا خالق ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہی مالک ہے تو مخلوق کا خبر گیر بھی وہی ہوگا۔ اس لیے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر کا تیسرا عنوان یوں شروع ہوگا: لا قاضی الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔

اس مضمون کو قرآنِ مجید نے مندرجہ ذیل آیت میں یوں کہا ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل: ٦٢]

''کیا اللہ کے سوا کوئی ہے جو عاجزوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتے ہیں اور تکلیف دور کرتا ہے اور تم کو زمین پر ایک کے بعد دوسرے کو بساتا ہے (ایسا کون کر سکتا ہے) کیا کوئی اور معبود بھی اللہ کے ساتھ ہے؟ نہیں بلکہ تم لوگ (جو شرک کرتے ہو) بہت کم سمجھتے ہو۔''

اس آیت میں کس خوبی اور لطافت سے اشارہ کیا ہے کہ بندوں کی حاجات کا پورا کرنا، ان کی مصیبتوں میں کام آنا، ان کی دعاؤں کا قبول کرنا یہ اسی کی ذات پاک کی شان ہے جس میں الوہیت کا وصف ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ سمجھو یہ اس کا کام ہے جو معبود ہو۔ اس کے سوا کسی اور کی شان نہیں کہ وہ عاجزوں کی دعائیں سنے یا ان کی مرادوں کو پورا کر سکے، فرمایا:

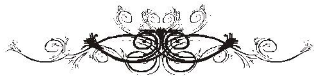
﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○ ﴾ [فاطر: ١٥-١٧]

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی اور تعریف کے لائق ہے وہ اگر چاہے تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ کام اللہ کے نزدیک کوئی مشکل نہیں۔''

کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ہے ۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر ... میرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں ... کہ آئے کام تمہاری بے کسی میں
جو خود محتاج ہو دوسرے کا ... بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا
مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں ... پھنسے ہو کس طرح تم آب و گل میں
مدت کے سوئے اب تو جاگو ... خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے ... جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے
خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا ... یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

[جاری ہے]



معاشیات

موجودہ مروّجہ بیمہ کاری اور بنک کاری نظام

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

اس عنوان کا تعلق معاشی نظام سے ہے۔اس لیے ضرورت ہے کہ بتایا جائے کہ آج کل دنیا میں کون کون سے معاشی نظام رائج ہیں اور اُن میں اور اسلام میں کیا فرق ہے؟

اس وقت دنیا میں دو معاشی نظام رائج ہیں:

① سرمایہ دارانہ نظام ② اشتراکی نظام

اوّل الذکر فرد کو کھلی آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت میں جتنا چاہے سرمایہ جمع کر لے۔جس طرح چاہے حاصل کرے اور جہاں چاہے خرچ کر ڈالے خواہ اُس سے قومی مفاد کو بھی نقصان پہنچتا ہو۔اس کے برعکس اشتراکی نظام میں ذاتی ملکیت کی نفی کی جاتی ہے، خاص طور پر ذرائع پیداوار کو قومی یا اجتماعی ملکیت میں لینے پر زور دیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے افراد، حکومت کے ملازم بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صحیح معنی میں قیدی بن کر رہ جاتے ہیں۔

بیان سے یہ بات واضح رہے کہ اشتراکیت کے علمبردار دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو کفر والحاد کے داعی ہیں اور دین سے باغی ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اسلام کا نام بھی لیتے ہیں اور ساتھ ہی معاشی نظام کے طور پر اسلام کے مخمل میں اشتراکیت کی ٹاٹ کا پیوند بھی لگاتے ہیں۔

حالاں کہ ہماری روحانیت، معیشت، معاشرت، سیاست، ثقافت اور اخلاق سب اسلام کے تابع ہیں۔جس طرح انسانی اعضاء کے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے اسی طرح اسلام کے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے۔پورا اسلام لینا ہوگا یا پورا کفر۔قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ﴾

''کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔''

یا کہا جاتا ہے کہ مذہب فرد اور خدا کے درمیان براہِ راست تعلق کا نام ہے۔حکومت اُس کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتی۔یعنی مسجد میں دینداری اور باہر دین سے بیزاری۔

﴿ کبرت کلمةً تخرج من افواھھم ۔ إن یقولون الا کذبا ﴾ [الکھف: ٥]

''بڑی ہی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔''

اسلام نے اپنا معاشی نظام پیش کیا ہے جس کی بنیاد صحیح عقائد پر ہے اور وہ تین ہیں:

①......توحید یعنی ایمان باللہ

②......ایمان بالآخرۃ

③......ایمان بالرسالۃ

قرآنِ مجید میں حسب ذیل آیات میں ان تینوں بنیادوں کو بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ [الرعد: ۲۱]

''اور وہ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) سخت حساب (لیے جانے) کا اندیشہ رکھتے ہیں۔''

﴿ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴾

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں،

لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں میں آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔'' [احزاب: ۴۰]

ان صحیح بنیادوں کے بغیر کوئی معاشی نظام بلکہ کسی قسم کا نظام بھی قائم نہیں ہوسکتا۔

اشتراکی نظام میں ذاتی ملکیت کی نفی کی بنیاد پر مساویانہ معیشت کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں مساویانہ کے بجائے منصفانہ معیشت پر زور دیا گیا ہے۔

یہاں پینتالیس سال قبل ایک اشتراکی نواز غیر مسلم سے بات چیت کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا جس نے بڑے شدومد سے یہ کہا کہ اصل خرابی ذاتی ملکیت کی بنا پر ہے۔ چناں چہ اگر ذاتی ملکیت کو ختم کر کے تمام وسائل پیداوار ریاست کی تحویل میں دے دیئے جائیں تو صحیح مساوات قائم کی جاسکتی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اگر ریاست کا کنٹرول ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھ آجائے تو وسائل پیداوار کو قومیانے کے باوجود عوام کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا، یہ ایسا ہی ہے جیسے تمام کارخانہ داروں کو ختم کر کے ایک مہا کارخانہ دار کھڑا کردیا جائے۔ مختلف کارخانوں کی موجودگی میں یہ ممکن ہے کہ مزدور اگر ایک مالک سے نالاں ہوں تو دوسرے کے پاس ملازمت کے لیے چلے جائیں لیکن جب ایک ہی کارخانہ دار ڈکٹیٹران کا روپ دھارلے گا تو پھر بے چارے مزدور کہاں جائیں گے؟

ان صاحب نے کہا کہ ہم ایسی صورت میں اس کے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے!!

میں نے جواباً عرض کیا کہ سڑکیں بھی تو قومی تحویل میں ہوں گی، وہاں بھی آپ کو آنے کی اجازت کہاں سے ملے گی؟

اسلام میں منصفانہ معیشت پائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد اپنی صلاحیت کے مطابق معاشی میدان میں ترقی کرسکتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں لگاتا۔ صرف پابندی یہ ہے کہ حلال وحرام میں فرق کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچے، مثلاً اسلام نے ذخیرہ اندوزی سے روکا ہے۔ ہوس زر انسان کو اندھا کردیتی ہے۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

المحتکر ملعونٌ ۔ ذخیرہ اندوز پر لعنت کی گئی ہے۔

اس پابندی کی مثال اس حدیث سے واضح ہوسکتی ہے:

"مثل الإيمان والمؤمن كمثل الفرس في آخيته يجول ثم يرجع إلى آخيته كذالك المؤمن يسهو ثمّ يرجع إلى الإيمان - [البيهقي في شعب الإيمان۔ مشكوٰة باب الضيافة]

''ایمان اور مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے، جو گھوم پھر کر واپس اپنے کھونٹے پر آجاتا ہے، بالکل اسی طرح مومن غلطی کرتا ہے پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

اس بارے میں سڑک کی مثال بھی دی جاسکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آج کل دو قسم کی مساوات کا چرچا زیادہ ہے۔ مساویانہ معیشت اور مساویانہ معاشرت۔ یعنی مرد و زن کی مساوات۔

یہ دو بڑے فتنے ہیں جس سے دنیا میں فساد برپا ہے اور تیسرا فتنہ ہوس زر ہے یعنی اپنے معیارِ زندگی کو زیادہ سے زیادہ بلند کرنا اور یہی چیز سرمایہ دارانہ نظام کی جڑ ہے جس کا ایک نمونہ موجودہ بیمہ کاری کی شکل میں ملتا ہے۔ اس میں سود پایا جاتا ہے۔ سود بہت بڑا جرم ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج ﴾ [البقرة: ۲۷۸۔ ۲۷۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (واقعی) ایمان والے ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔''

واضح رہے کہ بیمہ کاری کے موجودہ نظام میں سود (ربوا)، قمار، غرر

اور جہالت پائی جاتی ہے۔

①...... **سود:** سود کی شکل یہ ہے کہ انشورنس کمپنی بیمہ کرانے والے یا اس کے وارثوں یا بیمہ سے مستفید ہونے والوں کو اس رقم سے زیادہ ادا کرے جو اس نے کمپنی کو ادا کی ہے تو یہ ''ربوا الفضل'' ہے اور پھر یہ کہ کمپنی بیمہ کرانے والے کو یہ رقم ایک مدت کے بعد ادا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ''ربوا النسیئہ'' بھی ہوگا اور اگر مساوی رقم ادا کرے تو یہ صرف ''ربوا النسیئہ'' ہوگا اور سود کی یہ دونوں شکلیں شریعت کی روشنی میں حرام ہیں۔ اس موقع پر اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ واضح کیا جائے کہ بیمہ کاری کی رائج شکل کیا ہے۔

اس کی ایک اہم شکل زندگی کا بیمہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بیمہ کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعہ بیمہ کرانے والے کا طبی معائنہ کراتی ہے اور ڈاکٹر اس کی جسمانی حالت دیکھ کر اندازہ کرتا ہے کہ اگر کوئی ناگہانی آفت پیش نہ آئی تو یہ شخص اتنے سال مثلاً بیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ پر کمپنی بیس سال کے لیے اس کی زندگی کا بیمہ کرلیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیمہ کے لیے ایک رقم مابین طالب و کمپنی مقرر ہوجاتی ہے جو بالاقساط بیمہ دار، کمپنی کو ادا کرتا ہے۔ اور ایک معینہ مدت میں جب وہ پوری رقم ادا کرتا ہے تو بیمہ مکمل ہوجاتا ہے۔ اب اس کے بعد اگر بیمہ دار اتنی مدت کے بعد انتقال کرجاتا ہے جس کا اندازہ کمپنی کے ڈاکٹر نے کیا تھا تو کمپنی اس کے پس ماندگان میں سے جسے وہ نامزد کردے، یا اگر نامزد نہ کرے تو اس کے قانونی ورثاء کو وہ جمع شدہ رقم مع کچھ مزید رقم کے جس کو بونس (Bonus) کہتے ہیں یکمشت ادا کردیتی ہے۔

اور اگر وہ مدت مذکورہ سے پہلے مرجائے خواہ طبعی موت سے یا کسی حادثہ وغیرہ سے تو بھی کمپنی اس کے پس ماندگان کو حسب تفصیل پوری رقم مع کچھ زائد رقم ادا کرتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص مدت مذکورہ کے بعد بھی زندہ رہے۔ اس شکل میں بھی اُسے رقم مع منافع واپس ملتی ہے۔ زندگی کا بیمہ تو پورے جسم کا بیمہ ہوتا ہے لیکن اب انفرادی طور پر مختلف اعضاء کے بیمہ کا رواج بھی بہ کثرت ہوگیا ہے۔ مثلاً ہاتھوں کا بیمہ، سر کا بیمہ، ٹانگوں کا بیمہ، گلے یعنی آواز کا بیمہ وغیرہ۔

اس کی شکل وہی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ان شکلوں میں ڈاکٹر کسی ایک عضو کی زندگی یا کارکردگی کا اندازہ لگاتا ہے۔ اس کے اندازہ پر بقیہ معاملہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح زندگی کے بیمہ کی صورت میں ہوتا ہے اور واپسی رقم مع منافع کی شکلیں وہی تین ہیں۔ البتہ یہاں پورے جسم کی موت کے قائم مقام صرف ایک حصہ جسم کی موت اس کے ناکارہ ہونے کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ املاک کا بیمہ اور ذمہ داریوں کا بیمہ بھی ہوتا ہے۔ ان سب کی تفصیل کسی دوسرے موقعہ پر پیش کی جاسکتی ہے۔ بیمے کی یہ مختلف شکلیں ہیں۔ ان سب کی حیثیت وہی ہے، جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ یہ معاملہ ایک سودی کاروبار کا ہے جو بینک کے کاروبار کی طرح ہے۔ دونوں میں فرق صرف شکل کا ہے۔ حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔ بیمہ کرانے والا کمپنی کو روپیہ قرض دیتا ہے اور کمپنی اس رقم سے سودی کاروبار یا تجارت کرکے نفع حاصل کرتی ہے۔ کچھ رقم بطور سود ادا کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس منفعت کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ بیمہ کرائیں۔ بینک بھی یہی کرتے ہیں۔ البتہ اس میں شرح سود مختلف شرائط کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔ بینک میں عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر بیمہ دار کسی بنا پر ایک دو قسط دے کر رک جائے تو اس کی ادا شدہ رقم سوخت ہوجاتی ہے، آخر یہ کیوں؟ یہ اکل مال الناس بالباطل ہے۔

<u>بیمے کے فوائد اور خرابیاں:</u>

فوائد: (الف)......لسانی، علاقائی، طبقاتی یا فرقہ وارانہ فسادات میں بہت سے لوگوں کے کارخانے جلا دیئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے بیمہ کرایا ہوتا ہے وہ نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن جو بیمہ نہیں کرا سکے وہ پنپ نہیں سکتے۔ یہی صورتِ حال دکانوں اور مکانوں کی ہے۔

(ب)......اوسط طبقے کے افراد جو کثیر العیال بھی ہوں اگر نا گہانی طور پر مر جائیں تو بیمہ کی صورت میں اُن کے یتیم بچوں اور بیوی کی مدد ہوسکتی ہے اور بچوں کی تعلیم کا انتظام بھی خاطر خواہ ہوسکتا ہے۔

خرابیاں: ایسے واقعات بھی سنے گئے ہیں کہ

(الف)......کسی وارث نے بیمہ کی رقم وصول کرنے کے لیے مورث کو جو کہ بیمہ دار تھا قتل کرا دیا۔

(ب)...... بیمہ دار نے دھوکا دے کر اپنی دکان وغیرہ کی مالیت زیادہ ظاہر کر دی اور اس کا بیمہ کروا لیا اور کچھ عرصہ کے بعد اس نے اپنی دکان کو خفیہ طریقہ سے تباہ کر دیا اور اس طرح وہ قبل از وقت اپنی رقم مع سود کا حق دار ہو گیا۔

(ج)......تجربات گواہ ہیں کہ اگر دولت بے مشقت ہاتھ آ جاتی ہے تو پھر آدمی اُسے بے دردی سے خرچ کرتا ہے اور اس سے بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ بات بھی واضح رہے کہ بیمہ پالیسی کی خریداری میں خوش حال طبقہ ہی آگے بڑھ سکتا ہے۔ سود سے اس کی دولت میں اور اضافہ ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں سرمایہ داری کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور اس طرح اخلاقی مفاسد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جائے گا جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔

②...... **غرر:** یعنی دھوکا بازی۔ کیوں کہ بیمہ دار معاہدے کے وقت یہ نہیں جانتا کہ وہ کس قدر رقم ادا کرے گا یا کس قدر وصول کرے گا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دو قسطیں ادا کرنے کے بعد کوئی حادثہ ہو جاتا ہے اور اُسے معاہدہ کے مطابق پوری رقم مل جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُسے تمام اقساط جمع کرانی پڑتی ہیں اور اسے اس عرصہ میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح بیمہ کرنے والے کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اُسے کس قدر معاوضہ دینا پڑے گا۔ اسی کا نام غرر ہے۔ حدیث میں ہے:

نَهَى عنْ بيعِ الغَرَرِ ۔

③...... **قمار:** اس معاہدہ میں قمار (جوا) بھی پایا جاتا ہے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا ایک ہی قسط ادا کر پاتا ہے لیکن کمپنی کو پوری رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور اگر کوئی خطرہ پیش نہ آئے تو تمام اقساط کمپنی وصول کرتی ہے اور بعد میں مع سود ادا کرتی ہے۔ اسی کا نام جوا ہے جسے عربی میں قمار یا میسر کہا جاتا ہے۔

جوئے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ o ﴾

[المآئدة: ۹۰،۹۱]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شراب، جوا، تھان اور پانسے (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں۔ پس ان سے اجتناب کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یادِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے، پھر کیا تم (ان برائیوں سے) باز رہو گے (یا نہیں)؟''

④...... **جہالت:** اس میں غرر کے ساتھ ساتھ جہالت بھی ہے یعنی رقم کی ادائیگی کے لیے کمپنی کی طرف سے مدت کا تعین نہیں ہوسکتا۔

⑤...... **ناحق کسي کا مال کھانا:** بیمہ کاری کے معاہدہ میں بیمہ کروانے والا قانونی طور پر اُس کے مرنے کے بعد رقم وصول کرنے کے لیے کسی شخص کو بھی نامزد کر سکتا ہے خواہ وہ وارث ہو یا اجنبی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیمہ کاری کا معاہدہ اکل المال بالباطل ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایک دوسرے کے مال ناحق خورد برد نہ کیا کرو۔'' [النساء: ۲۹]

بعض اہلِ علم نے اس معاہدے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن اُن کے بیان میں زیادہ تر قیاس مع الفارق پایا جاتا ہے۔

عملی تجاویز:

①......اس کو کاروباری شکل دینے کی بجائے تعاون اور احسان کی شکل دی جائے۔ اس کے لیے متعدد شکلیں ہوسکتی ہیں۔ اس بارے میں مختصر بات یہ ہے کہ مالی لحاظ سے ہمارے ہاں تین قسم کے افراد پائے جاتے ہیں:

ا...... وہ لوگ جو بہت زیادہ سرمایہ رکھتے ہیں۔ اُن کے وسائل معاش بہت زیادہ ہیں۔ وہ بیمہ کرائیں یا نہ کرائیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ب...... وہ لوگ جو کچھ بچت کرسکتے ہیں یعنی اُن کی آمدنی اوسط درجے کی ہے۔ یہ ملک کی پچیس فیصد آبادی ہوسکتی ہے۔

ج...... ایسے غریب افراد جن کی آمدنی بہت ہی قلیل ہے۔ وہ بالکل بچت نہیں کرسکتے۔ ملک کی ستر فیصد آبادی ایسی ہی ہے۔ ستر فیصد کے لیے تو اصل نظام زکوٰۃ اور عشر کا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔

''جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے۔''

دوسری قسم کے افراد کے لیے تعاونی قسم کا بیمہ ہوسکتا ہے۔ یعنی ہر فرد تعاون کی غرض سے رقم جمع کراتا ہے اور واپس لینے کی نیت نہیں ہوتی ہاں اگر نقصان ہوجائے۔ ارضی یا سماوی آفات کا شکار ہوجائے تو اُسے نقصان کے برابر امداد دی جاسکتی ہے یا اگر موت واقع ہوجائے تو اُس کی اولاد کو حسب ضرورت اعانت کی جاسکتی ہے۔ اس جمع شدہ مال کی سرمایہ کاری بھی کی جاسکتی ہے لیکن اس کا نفع مصیبت زدہ افراد یا رفاہی کاموں میں خرچ ہوگا۔

ایسی تعاونی تنظیم کے کارکن اگر دیانتدار ہوں گے تو خاطر خواہ فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح بلا سود بینکاری کی بنیاد بھی ڈالی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے بینک اور کوآپریٹو سوسائٹیاں اگر عدلیہ کے ماتحت ہوں تو غبن اور فریب کاری کی شکایات کم سے کم ہوسکتی ہیں۔

ان تمام معاملات میں دینی شعور کی ضرورت ہے جس کو حدیث میں اس طرح فرمایا ہے:

خشية الله فی السر والعلانية والقصد فی الفقر والغنی وكلمة الحق فی السخط والرضا۔[طبرانی]

''کھلے اور چھپے اللہ سے ڈرتے رہنا، فقیری اور تونگری دونوں میں میانہ روی اختیار کرنا، اور ناراضگی اور رضامندی دونوں حالتوں میں حق کی بات کہنا۔''

یہی وہ تقویٰ ہے جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے:

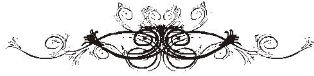
هَلْ عَامَلًا بِالدينار والدرهم؟

[البيهقی فی باب تزكية الشهود]

''کیا کبھی اُس سے دینار و درہم کا معاملہ بھی ہوا ہے؟''

اگر سو افراد دیانت داری کے ساتھ یہ کام شروع کریں یعنی ایک سوسائٹی قائم کریں۔ یہ سب افراد بے غرضی اور باہمی تعاون کے جذبہ سے اس کی ساکھ بنائیں تو حلقہ وسیع ہوسکتا ہے اور بہت سے آفت زدہ افراد کی بروقت مدد ہوسکتی ہے۔

اسلام انشورنس کے خلاف نہیں ہے جسے عربی میں تأمین کہا جاتا ہے بلکہ اُن مفاسد کے خلاف ہے جو اس میں چپکے ہوئے ہیں۔ ان غلاظتوں کو دور کیے بغیر نفاذ شریعت کا معاشی پہلو بحال نہیں ہوسکتا۔



تذکرہ علمائے اہل حدیث

قسط ...... (۲)

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

برصغیر پاک وہند کی تقسیم سے پہلے دس سالہ دور خطابت، توحید وسنت، اصلاح معاشرہ اور سیرت مصطفی ﷺ کی تبلیغ اور ردّ قادیانیت میں بسر کرنے کا موقع ملا، اس دوران کئی مرزائیوں سے مناظرات بھی ہوئے۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لینے کا موقع ملا، بورے والا ضلع ملتان (حال ضلع وہاڑی) ختم نبوت کے پروانوں کا جو پہلا قافلہ کراچی روانہ ہوا، اُس میں بحیثیت قائد قافلہ جانے کا موقع ملا۔ کراچی جیل میں ایک ماہ تک قیام پذیر ہوکر اللہ تعالیٰ نے سنت انبیاء کی اتباع کا موقع فراہم کیا۔ (کیوں کہ دین کی خاطر جیل میں جانا بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔)

پھر اُس کے بعد ۱۹۵۵ء میں ردّ قادیانیت کے سلسلہ میں خانیوال ضلع ملتان (اب خانیوال خود ایک ضلع ہے) ایک تقریر کی وجہ سے ملتان جیل میں جانا پڑا، جب مجھے خانیوال کی پولیس گرفتار کرکے اور ہتھکڑی لگا کر ملتان لے کر گئی تو ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹیبل ساتھ تھے، پھر وہ مجھے جیل کے دفتر میں لے گئے یہاں سے انہوں نے مجھے کسی بارک میں بھیجنا تھا۔ میں وہاں کلرک کے پاس کھڑا ہوگیا اور وہ اپنے رجسٹر کھول کر دیکھنے لگا اور اسی دوران اس کے میز پر پڑے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، اس نے فون اٹھایا اور فون پر کسی سے بات کرنے لگا۔ بات کرتے کرتے کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کے لیے فون آیا ہے فون پکڑیں اور بات سنیں۔ میں نے جب ٹیلی فون کان سے لگایا تو وہ سپرنٹنڈنٹ جیل کا فون تھا۔ اس نے کہا مولوی صاحب السلام علیکم! میں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ کہنے لگا میں سپرنٹنڈنٹ جیل بول رہا ہوں میں نے کہا حکم کریں کہنے لگا حکم نہیں گزارش ہے کہ ہمارے خطیب صاحب جو جیل میں خطبہ جمعہ دینے آیا کرتے ہیں ان کی آج درخواست آ گئی ہے کہ وہ بیمار ہیں اس لیے جمعہ کی خطابت کا انتظام کرلیں۔

اُس دن چوں کہ جمعہ تھا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے شیشے کی کھڑکی میں سے دیکھ لیا تھا اس لیے مجھے ایک عالم دین سمجھ کر ٹیلی فون کیا۔ دفتر میں کلرک کے پاس میں ابھی پہنچا تھا۔ کہنے لگا مولوی صاحب آج آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرما دیں۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ جون کا مہینہ گرم ترین مہینہ ہے میں کئی دن حوالات میں رہا ہوں۔ میرے کپڑے بھی پسینے سے خراب ہیں اور جسم بھی گندا ہے اس لیے میں جمعہ نہیں پڑھا سکتا۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! گزارش قبول فرمائیں، میں کپڑے بھی نئے بھیجتا ہوں، اور پانی بھی غسل کرنے کے لیے اور آپ کے لیے ناشتہ وغیرہ بھی بھیجتا ہوں، آپ میری گزارش قبول کریں اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں۔ کلرک مجھے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ صاحب کی بات مان جائیں، میں نے کہا آپ مجبور کرتے ہیں تو آپ کے کہنے پر خطبہ جمعہ دے دیتا ہوں۔

میں ابھی وہاں ہی بیٹھا تھا ایک قیدی اپنے سر پر پانی کا ٹین رکھ کر لا رہا تھا اور صابن، دھنیا کا تیل بھی ساتھ تھا، اس کے بعد ایک قیدی کپڑوں کا نیا جوڑا اور اس کے ساتھ ۷۶ؔ۳ کی ململ کی پگڑی، کرتا، بنیان، ملتانی لاچہ، جرابیں وغیرہ لے کر آ گیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور قیدی آ گیا اور اُس کے ہاتھ میں ایک بڑی ٹرے تھی جس میں دو پراٹھے، تین انڈے، دہی، مکھن اور چائے تھی۔ کہنے لگا کہ یہ آپ کا ناشتہ ہے۔ میں نے کلرک سے کہا کہ دیکھو آپ، جب میں جیل میں داخل ہونے لگا تو آپ کے پولیس والوں نے میری مکمل تلاشی لی اور پان بھی نکال لیا لیکن وہ میرے سینے سے قرآن نہ نکال سکے، اور یہ سب قرآن کی برکت سے ہے۔

پھر میں نے غسل کیا، نئے کپڑے پہنے، پھر ناشتہ کیا تو جمعہ کی

اذان ہوگئی۔ میری عمر اُس وقت تقریباً چالیس سال تھی۔ جیل کے تمام قیدی اور افسران بڑی تعداد سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے آئے۔ میں نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے سنا تھا کہ سورۂ یوسف جیل میں پڑھنے کا مزا آتا ہے۔ میں نے خطبہ جمعہ میں ﴿ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه ﴾ کی تشریح کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر توفیق بخشی کے پونے دو گھنٹے خطبہ جمعہ دیا۔ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ قیدی نعرے مار رہے تھے اور سورۂ یوسف کا ترجمہ اور تفسیر سن کر رو رہے تھے۔ جیل کی فضا نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ اب جیل کے افسران پریشان تھے کہ قیدی کہیں بغاوت نہ کردیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کردی، (اور یہ سب کچھ قرآن کی برکت ہے۔) جب نماز جمعۃ المبارک ادا کی تو میرے پیچھے ملتان کے دو نوجوان رئیس زادے بھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے اور وہ کسی کے قتل کے جرم میں قید تھے اور انہوں نے اپنا کھانا گھر سے منظور کروایا ہوا تھا۔ وہ بڑے احترام سے ملے اور پوچھا مولانا کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس سلسلہ میں جیل میں آگئے؟

میں نے کہا کہ میں بورے والا کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کا خطیب ہوں اور خانیوال میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک تقریر کی، جس میں کھل کر مرزائیت کی تردید کی ہے۔ وہاں کا تھانیدار مرزائی تھا اور رپورٹر بھی مرزائی تھا انہوں نے رات ہی کو میرے وارنٹ گرفتاری جاری کروا کر مجھے گرفتار کروالیا۔ اگلے دن انتظامیہ جلسہ نے ضمانت کی درخواست دی، لیکن اس وقت پتا چلا کہ ملتان کا سیشن جج بھی مرزائی ہے اور اس نے میری ضمانت کی درخواست مسترد کردی، جس کی وجہ سے پولیس مجھے آج ہی جیل لائی ہے، اور یہ میری اور آپ کی ملاقات کا سبب بنا ہے۔

وہ دونوں نوجوان حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے مقتدی تھے وہ کہنے لگے مولوی صاحب آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں ہمارا کھانا گھر سے آتا ہے۔ میں نے انکار کیا لیکن اُن کا اصرار غالب آگیا، میں نے ان کی دعوت قبول کرلی، ان میں سے ایک پھر کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ تو پان بھی کھاتے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں پان کھاتا ہوں لیکن جب پولیس والوں نے تلاشی لیتے وقت میرا پان نکال لیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا تھا کہ دیکھو یہاں کتنی پابندی ہے اب پان مت مانگنا۔ کہنے لگے ان سے مانگیں کیوں؟ ہمارے دونوں بھائیوں کے سولہ پان روزانہ گھر سے آتے ہیں، اب آج سے آٹھ پان آپ کے بھی آیا کریں گے۔ میں ایک ماہ اور تین دن ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں رہا اور اُن نوجوانوں کا صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا، بعد نماز عصر چائے، رات کا کھانا آتا اور بہت پر تکلف کھانا ہوتا۔ جیل میں میرے ساتھ ملاقات کرنے جو بھی آتا میں کہتا کہ ابھی دو چار ماہ میری ضمانت نہ کروانا کیوں کہ یہاں بہت آرام ہے۔ لیکن آخر کار حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے میاں محمود علی صاحب قصوری رحمہ اللہ کو کہہ کر میری لاہور ہائیکورٹ سے ضمانت کروادی۔ اسی طرح پوری زندگی اسی انداز سے گزری ہے۔ یہ ایک مختصر سا تعارف ہے ۔

کبھی فرصت ہو تو سن لینا بھری پڑی ہے داستان میری

تحریک ختم نبوت سے میرا ۸۰ سال پرانا تعلق ہے اور ہمارا یہ خاندانی سرمایہ ہے جس کی وجہ سے میرے عزیزم بیٹے (ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر) جن کا قلمی نام ڈاکٹر بہاؤ الدین سلفی ہے، نے تحریک ختم نبوت کی گیارہ جلدیں لکھ کر (انڈیا، برطانیہ اور مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع کروا کر) پورے پاکستان میں پھیلا دی ہیں۔ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر اُن پر بھی نظر ڈال لیں شاید فائدہ ہو جائے۔ شکریہ

[ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور ختم نبوت نمبر بنام ''قندیل'' اپریل مئی ۲۰۰۹ء]

کسی دور میں نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی کی بسیں لاہور سے فیصل آباد (اس دور کا لائل پور) چلتی تھیں۔ فیصل آباد میں اس کمپنی کا بس اڈا کارخانہ بازار کے باہر ہوا کرتا تھا اور یہ بس کمپنی مرزائیوں کی تھی۔ ایک بار مولانا عبداللہ صاحب لاہور سے نصرت ٹرانسپورٹ کی بس کے ذریعے لائل پور آئے۔ رات کو انہوں نے دورانِ تقریر تذکرہ کیا کہ میں لاہور سے نصرت بس پر بیٹھ کر ساڑھے تین گھنٹہ میں لائل پور پہنچا ہوں۔ قادیانیوں نے اس بات پر ان کے خلاف مقدمہ دائر کردیا۔ مولانا عبداللہ صاحب پیشی پر عدالت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان دیا۔ عدالتی کارروائی کے بعد انہوں نے کہا آئندہ پیشی پر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ نصرت بس کمپنی پر بیٹھ کر مجھے کتنا لطف آیا اور سفر کتنا آرام دہ رہا۔ ان کی

یہ بات بھی مرزائیوں کو چبھ گئی۔ اب ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ اس مولوی سے جان چھڑا لو ورنہ یہ آئندہ تمہیں عدالت میں بڑا رسوا کرے گا، لہٰذا مرزائیوں نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا اور بورے والا کی مذہبی قیادت میں ان کا کام اور نام نمایاں تھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھی مولانا عبداللہ صاحب کی خدمات قابل قدر ہیں۔ جس طرح ان کی عمر طویل ہے اسی طرح ان کی خدمات کا دائرہ بھی وسعت پذیر ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب بڑے وضع دار اور پروقار عالم دین ہیں۔ ہمیشہ اپنی عزت ووقار کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک بار انہوں نے قصور کی جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ رات کو ان کا قیام بھی قصور میں ہی تھا۔ مشہور مغنیہ ملکہ ترنم نور جہاں کا تعلق بھی قصور سے ہے اور ان کا آبائی گھر بھی وہیں ہے۔ ان دنوں نور جہاں قصور میں تھیں، اس کو مولانا عبداللہ صاحب کی قصور آمد کا پتا چلا تو اس نے اپنا خادم بھیجا کہ بابا صبح ناشتہ ان کے ہاں کریں۔ مولانا عبداللہ صاحب نے انکار کر دیا۔ بعض لوگ کہنے لگے بابا آپ ملکہ کی دعوت قبول کر لیتے اس میں حرج ہی کیا تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب فرمانے لگے! کملیو...... صبح نماز فجر کے بعد جب ہم ناشتہ کر کے ملکہ کے گھر سے نکلیں گے تو لوگ کیا سمجھیں گے؟ لہٰذا میں نہیں جاؤں گا۔ اور مولانا عبداللہ صاحب ملکہ کے لاکھ اصرار پر ان کے ہاں ناشتہ کرنے نہیں گئے اور ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنے مقام ومرتبہ کو بلند رکھا۔

مولانا عبداللہ صاحب کا امتحان لینے کے لیے بسا اوقات انہیں مختلف طریقوں سے آزمایا گیا۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ ایک بار منڈی بہاء الدین سے خط آیا کہ فلاں تاریخ کو آپ تشریف لائیں اور اپنے خطاب سے سامعین کو مستفید فرمائیں۔ خط پڑھ کر میں منڈی بہاء الدین گیا، رات کو تقریر کی اور واپس آ گیا۔ انہوں نے واپسی پر پوچھا تک نہیں۔ تھوڑے دن گزرے ان کی طرف سے پھر خط آیا کہ تشریف لائیں اور تقریر کریں۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ خط پڑھ کر میں نے خود سے کہا مولوی! یہ تیری آزمائش ہے کہیں پھسل نہ جانا۔ وہ آزمانا چاہتے ہیں کہ کیا مولوی کرایہ کے بغیر بھی آ سکتے ہیں۔ چناں چہ میں وقت مقررہ پر منڈی بہاء الدین پہنچا اور تقریر کی۔ جن لوگوں نے مجھے بلایا تھا ان کا صابن کا کارخانہ تھا۔ وہ صبح اپنی گاڑی میں مجھے بتی چوک لاہور چھوڑ کر گئے اور جاتے ہوئے ایک پیٹی صابن کی اور گیارہ سو روپے میری واسکٹ کی جیب میں ڈال گئے۔ یہ سستے زمانے کی بات ہے۔ اس واقعہ سے مولانا عبداللہ صاحب کی تبلیغی مساعی میں خلوص کو دیکھا جا سکتا ہے۔

لالچ، طمع وحرص سے کوسوں دور رہ کر انہوں نے خدمت دین کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عزت اور علماء کی عظمت ووقار کو ہمیشہ قائم ودائم رکھا ہے۔ اصل میں مولانا عبداللہ صاحب نے جن لائق اساتذہ کرام اور عالی قدر بزرگانِ دین کے زیر سایہ رہ کر تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں وہ اسی کا اثر ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے خاص ارادت منداور شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مولانا بیان کرتے ہیں کہ مولانا امرتسری مجھ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات تبلیغی پروگراموں میں بھی ساتھ لے جاتے۔ بڑے سخی اور فیاض تھے۔ ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے۔ ایک بار ان کے ساتھ شورکوٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ شہر اسٹیشن سے تیل چار میل ہٹ کر ہے۔ لوگ شیخ الاسلام کے استقبال کے لیے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ ان میں علاقے کے ہندو اور سکھ بھی بڑی تعداد میں تھے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ جب ہم کینٹ اسٹیشن سے شہر کو جانے لگے تو شہر کا ایک سکھ رئیس مجمع سے نکل کر آگے آیا اور مولانا امرتسری کی خدمت میں آداب بجا لا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا یہ مسلمانوں کا ''درشنی'' مولوی ہے۔ رات کو مولانا امرتسری مرحوم نے شورکوٹ میں انعقاد پذیر جلسے میں تقریر کی۔ مسلمان تو متاثر ہوئے ہی لیکن غیر مسلم بھی بڑے متاثر ہوئے۔

بلاشبہ مولانا عبداللہ صاحب پرانے دور کی یادگار ہیں۔ انہوں نے نیک لوگوں کا ساتھ پایا ہے۔ وہ جس دور میں پلے بڑھے اور جس ماحول میں تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں اسے سنہری دور سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں مختلف تحریکیں اور جماعتیں میدان کارزار میں سرگرم

عمل تھیں۔ ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں لگے ہوئے تھے۔اور اس سلسلے میں وہ ایک دوسرے سے مناظرے اور مباحثے بھی کرتے تھے اور دوسری طرف مل کر انگریز سے آزادی کے لیے کام بھی کر رہے تھے۔

مولانا عبداللہ صاحب نے ان حالات کا بغور جائزہ لیا اور پھر ان کا علاقہ بٹالہ بھی قادیانی فتنہ کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ان حالات میں مولانا عبداللہ صاحب نے اسلام کی نشر واشاعت کے لیے اہل حدیث سٹیج سے کام کرنا شروع کیا۔قادیانی مذہب کے خلاف انہوں نے تقریر وتحریر سے کام کیا اور دیگر مذاہب باطلہ کے خلاف بھی انہوں نے زبان وبیان سے جہاد کیا۔تقسیم ملک سے پہلے آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے منسلک رہے جس کے ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تھے۔قیامِ پاکستان کے بعد جب ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس سے منسلک ہو گئے اور تادمِ تحریر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ ہی ہیں۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی ان پر بہت اعتماد کیا کرتے تھے اور ان اکابرین جماعت کے ساتھ مل کر مولانا عبداللہ صاحب نے جماعت کی تعمیر وترقی کے لیے دن رات کام کیا۔

مولانا عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار ہیں۔جن حضرات کے ساتھ ان کا ذرا سا بھی تعلق ہے انہیں یاد رکھتے ہیں۔ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر خیر عقیدت سے کرتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں۔فیصل آباد تشریف لائیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ دوستوں سے ضرور ملاقات کی جائے۔ان کی خواہش پر کئی بار ہم ان کے استادزادے حافظ سلیمان بی ایڈ مرحوم کو ان کے گھر سمن آباد جا کر ملے۔اس موقع پر ہمارے مرحوم دوست علی ارشد چودھری اپنی گاڑی سمیت ہمراہ تھے۔مولانا عبداللہ صاحب بذلہ سنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان ہیں۔ان سے گفتگو ہو تو اپنی شیریں گفتار سے خوب محظوظ کرتے ہیں۔ایک بار فیصل آباد تشریف لائے اور مجھے ٹیلی فون کیا۔

حال احوال پوچھ کر کہنے لگے ارشد مرشد کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا اس وقت تو وہ گھر پر ہوں گے نماز ظہر کے بعد ہی شہر آئیں گے۔ پھر پوچھنے لگے حکیم عبدالستار کے بیٹے حافظ حبیب الرحمٰن کہاں ہوں گے؟ میں نے بتایا کہ حافظ صاحب نماز فجر کے بعد سو جاتے ہیں نماز ظہر میں ہی مسجد میں آئیں گے۔ بابا جی میرا یہ جواب سن کر برجستہ کہنے لگے یہ سارے اصحابِ کہف ہی ہیں جو سوئے ہوئے ہیں۔ان کی اس برجستہ گوئی نے بڑا لطف دیا۔

اپریل ۲۰۰۴ء میں مولانا عبداللہ صاحب فیصل آباد تشریف لائے اور مسجد کوثر اہل حدیث افغان آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔نماز جمعہ کے بعد راقم اور علی ارشد چودھری نے ان کو ساتھ لیا اور مختلف احباب سے ملاقاتیں کرائیں۔نماز عصر ہم نے محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں ادا کی۔ راقم نے عرض کیا بابا جی قریب ہی میرا غریب خانہ ہے تشریف لائیں نوازش ہوگی۔انہوں نے بلا تامل میری گزارش مان لی اور میرے گھر تشریف لے آئے۔انہوں نے خیر وبھلائی کی دعا بھی فرمائی۔کھانا تیار تھا ان کو پیش کیا۔کھانا تناول فرما کر محبت سے کہنے لگے سلفی تمہاری بیوی کوئی ''رابعہ بصری'' معلوم ہوتی ہے۔ دیکھیں کتنی جلدی اتنا اچھا کھانا تیار کر کے ہماری ضیافت کی ہے۔

بلاشبہ مولانا صاحب باوقار اور بے لوث انسان ہیں۔ ماشاء اللہ مولانا عبداللہ صاحب کی صحت بہت اچھی ہے، کھانا کم کھاتے ہیں، تازہ سبزیاں ان کی مرغوب غذا ہیں۔ چائے کے شوقین ہیں اور پان بھی چباتے ہیں۔عصر حاضر کے واعظین کی طرح نخرے بالکل نہیں کرتے، اپنی مسجد کے خطیب وامام بھی ہیں۔

۱۹۵۷ء میں مولانا عبداللہ صاحب نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بورے والا میں ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔بطل حریت حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اس کا افتتاح فرمایا تھا۔

مولانا عبداللہ صاحب اس مدرسہ میں عرصہ دراز تک طلباء اور طالبات کو ترجمۃ القرآن اور ناظرہ قرآن پڑھاتے رہے۔ شعبہ حفظ القرآن کے لیے بھی استاد تھا۔اس مدرسہ سے حافظ عبدالستار شیخ الحدیث

کوٹ ادو (وفات ۲۹ نومبر ۲۰۰۹ء) قاری محمد رمضان سینئر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد، پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی اور حافظ محمد لقمان سلفی (وفات ۱۰ جون ۲۰۰۲ء) جیسے نامور علماء نے تعلیم حاصل کی۔

مولانا عبداللہ صاحب سے متعلق نگارشات ان کی عمر کی طرح طویل ہوگئی ہیں۔اب ان کی اولاد کے بارے چند الفاظ پڑھ لیجیے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور چھ بیٹیوں سے نوازا۔بیٹوں کے نام یہ ہیں:

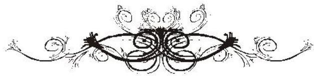
① ...... ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر: دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔لکھنے پڑھنے کا ذوق اچھا ہے۔۱۹۷۰ء کے عشرے میں جامعہ سلفیہ میں انگریزی کے استاد رہے۔جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور بعض دوسرے سرکاری کالجز میں پروفیسر رہے۔۱۹۸۷ء سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث ان کی شاہکار تصانیف ہیں جو پاک وہند سے شائع ہو کر اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے تفصیلی حالات میں نے ان کی تحریک ختم نبوت کی جلد نمبر ۹ کے شروع میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

② ...... حافظ محمد لقمان سلفی: جید عالم دین تھے۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اکتساب علم کیا۔سترہ اٹھارہ سال میاں چنوں کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب رہے۔۱۰ جون ۲۰۰۲ء کو انہوں نے میاں چنوں میں ہی وفات پائی۔بڑے خلیق، ملنسار اور خوش طبع عالم دین تھے۔ان کے تفصیلی حالات جاننے کے لیے راقم کا مضمون ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے ۱۴/ اپریل ۲۰۰۳ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمایئے۔

③ ...... ریاض قدیر

④ ...... زبیر احمد: مستند عالم دین ہیں، بورے والا کے ایک سرکاری سکول میں پڑھاتے ہیں اور مسجد میں خطیب بھی ہیں۔بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ صاحب سے متعلق یادوں اور ملاقاتوں کے یہ چند ناقابل فراموش نقوش ہیں جو میں نے قارئین کے روبرو پیش کیے ہیں۔ مجھ سے کہیں زیادہ بابا جی سے متعلق واقعات ان لوگوں کے دل و دماغ میں محفوظ ہوں گے جن کو راقم سے زیادہ مولانا کی محفل میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔تاہم میرے دل کا تقاضا اور روح کی پکار تھی کہ بابا جی سے متعلق یادوں کو کاغذ کے صفحات پر ثبت کیا جائے۔آخر میں جماعت کے عظیم شاعر شیخ سعید الفت کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بڑا ہس مکھ تے قابل آدمی ایں
بڑا رونقی زندہ دل آدمی ایں
محمد عبداللہ نام نامی پورا
میں ہاسے نال ، کہناں ہناں بابا بورا
بڑا خوش مزاج اے بڑا خوش کلام ایں
ظرافت دے فن وچ تے اُچا مقام ایں
طبع وچ حاضر جوابی بڑی اے
طبیعت وی کوئی جلی نہ سڑی اے
اے مجمعے تے حالی وی چھا جاندا اے
روا جاندا اے ، ہسا جاندا اے
دعا ہے خدا ہور ہمت ودھاوے
لمی عمر تے تندرستی عطاوے



نقطۂ نظر

موجودہ حالات اقبال رحمہ اللہ کی نظر میں

منیب آفتاب

''مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے جولڑائیاں لڑنی پڑیں گی ان کا میدان پنجاب ہوگا۔ پنجابیوں کو اس میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں گی کیوں کہ اسلامی زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزمگاہ یہی سرزمین معلوم ہوتی ہے۔''

[اقبال ۱۹۳۶ء]

آج سے تقریباً اسّی سال پہلے یہ پیشین گوئی اقبال رحمہ اللہ نے کہی۔ اور آج جو حالات کرۂ ارض کے اس خطے میں رونما ہورہے ہیں کیا وہ اقبال کے خدشات کو صحیح ثابت نہیں کررہے؟ اگر کررہے ہیں تو کیا اقبال علم نجوم کے ماہر تھے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

یقیناً اگر کوئی بھی اپنے اردگرد ہونے والے حالات کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرے تو وہ حالات کا رخ جانچ کر آنے والے حالات کی پیشین گوئی کرسکتا ہے۔ کیوں کہ یہ دنیا دارالعمل ہے یہاں پر ہم جو کچھ آج بوئیں گے کل وہی کچھ کاٹ لیں گے، کبھی بھی ایسے نہیں ہوا کہ ایک بچہ جو کبھی سکول نہ جائے وہ مستقبل میں ڈاکٹر یا انجینئر بن جائے ہمارے آنے والے کل کی تمام تر خوشیاں امید کے سہارے آج سے وابستہ ہوتی ہیں۔

اگر کسی قوم کا حال اچھا ہے تو آنے والا کل نہایت خوب صورت ہوگا، ہماری قوم کا المیہ یہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماضی کے گیت الاپتے الاپتے اپنے آج کو سنوارنے کی فکر سے ماوراء ہو بیٹھتے ہیں۔ لیکن ہر قوم میں چند صاحب ادراک شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر آج کو بہتر بنانے میں کوشاں رہتی ہیں تاکہ آنے والا کل خوب صورت بنایا جائے۔ چوں کہ وہ جانتی ہیں آج کو بہتر بنائے بغیر آنے والے کل کو خوب صورت وخوش حال بنانا ناممکنات میں سے ہے، اور ویسے بھی کل کس نے دیکھا ہے جو کچھ ہے آج ہے تو کیوں نہ اپنے آج کو بہتر بنایا جائے اور اگر کسی قوم کے حال کو نظر لگ جائے اور حال بے حال ہوجائے تو انحطاط کے زمانے میں کی جانے والی کوششیں بھی غلط راستوں کا تعین کرتی ہیں۔

جو فیصلے انسان دباؤ کے تحت کرتا ہے ان پر تمام عمر پچھتانا پڑتا ہے آج اپنے ملک کے حالات کو ہی دیکھ لیجیے۔ آج جو حالات ہمارے ملک کے اندر ہیں اس کی ذمہ دار بحیثیت مجموعی یہ قوم ہے جس نے کبھی آمریت کی صورت میں تو کبھی ووٹ دے کر اپنے اوپر ایسے کم عقل انسانوں کو حکمرانی کرنے کی اجازت دی جنہوں نے کبھی بھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں کیا جس سے دلیری اور حوصلہ مندی جھلکتی ہو۔

کوئی جیتی ہوئی جنگ وائٹ ہاؤس میں ہار آتا ہے تو کوئی وائٹ ہاؤس کے اشاروں پر اپنی سرزمین غیرملکیوں کو استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کوئی ڈرون حملوں کے بدلے کیری لوگر بل منظور کرنے کا کہتا ہے تو کوئی مذمت کرنے کے باوجود بھی ان کا منہ موڑنے میں ناکام رہتا ہے۔

ہمارے ملک کے اندر پیدا ہونے والے تمام حالات کی ذمہ دار ہماری قوم کی بحیثیت مجموعی احساساتی اور جذباتی بے حسی ہے۔ جب کبھی بھی کسی معاشرے میں کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اس کا موجد اسی معاشرے کا کوئی نہ کوئی فرد ہوتا ہے۔ کوئی بھی بیرونی طاقت اس وقت تک کسی معاشرے میں انتشار پیدا نہیں کرسکتی جب تک اس معاشرے میں اتحاد ویگانگت موجود ہو۔ آپ نے وہ لکڑیوں والی مثال تو سنی ہی ہوگی جس سے کسان نے اپنے جھگڑالو بیٹوں کو اتحاد واتفاق کا سبق دیا تھا۔

اور اگر کسی معاشرے میں کوئی ایک شخص بھی خرابی کا آغاز کردے تو

جیسے ایک گلا ہوا سیب پوری ٹوکری کوخراب کردیتا ہے، یا ایک بھی مری ہوئی مچھلی پورے تالاب میں تعفن پھیلاسکتی ہے ویسے ہی وہ بگاڑ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ جوشخص انتشار پھیلا رہا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ہیروتصور کرکے فخر کے ساتھ انتشار پھیلاتا ہے۔ جب بھی کوئی عمارت گرتی ہے تو اتنے لوگ عمارت گرنے کی وجہ سے جاں بحق نہیں ہوتے جتنے کہ اس ڈھیر پرعوام کے چڑھ جانے کی وجہ سے ہوتے ہیں، جیسے ہی عمارت گرتی ہے اردگرد تمام لوگ سہم جاتے ہیں اور اللہ سے پناہ مانگ رہے ہوتے ہیں۔ سب لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں اتنے میں ایک صاحب جنہیں ہیرو بننے کا شوق ہوتا ہے۔ عمارت کی طرف بڑھنا شروع کرتے ہیں اور دوسروں کوترغیب دیتے ہیں کہ آؤ عمارت میں دبے ہوئے لوگوں کونکالیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سو دوسو بندہ اس ملبے پر چڑھ جاتا ہے یہ ایک چھوٹی سی مثال تھی جس میں چاہے اس شخص کی نیت خرابی پیدا کرنے کی نہ ہومگر خرابی پیدا کرنے کا سبب تو وہی موصوف بنتے ہیں۔

اور اگر یہی انتشار قومی سطح پر پیدا کیا جائے تو بیرون ملک دشمن عناصر اندرون ملک دشمن عناصر کی مدد سے اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور بالکل ایسی صورتِ حال پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں جیسی کہ ہمارے ہمسایہ ممالک نے بلوچستان میں پیدا کردی ہے۔

لیکن وہ معاشرہ، وہ خطہ اور وہ ملک خوش قسمت ہوتا ہے جہاں پر ایسے صاحب ادراک لوگ موجود ہوں جو اس انتشار کو بھانپ لیتے ہیں اور اس کوسلجھانے کی کوششیں کرتے ہیں قبل اس کے کہ بیرونی عناصر کوئی قدم اٹھائیں ایسے ہی لوگ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں جو اپنے علم وقلم سے اپنی قوم کی ناؤ کو کنارے لگاتے ہیں۔علامہ محمد اقبال کا شمار بھی ایسی ہی شخصیات میں ہوتا ہے۔

اقبال نے اپنے معاشرے میں جہاں جہاں بگاڑ کو بڑھتے دیکھا اس کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ اس کوختم کرنے کے لیے ہرممکن کوشش بھی کی۔اقبال اپنی قوم کوتنبیہ بھی کرتے رہے کہ اگر اس بگاڑ کوختم نہ کیا تو آنے والے حالات بہت گھمبیر ہوں گے۔

ہم یہ سب تو جانتے ہیں کہ اقبال صوفی صفت انسان تھے مگر ہم میں سے شاید بہت کم لوگ ان خدمات کے بارے میں جانتے ہیں جو انہوں نے برصغیر پاک وہند میں اسلام کی اصلاح اور سربلندی کے لیے سرانجام دیں۔

برصغیر کے اندر جب سے اسلام آیا تب سے علماء وصوفیاء کرام میں جو جنگ چلی آ رہی تھی اقبال اس سے بخوبی آگاہ تھے اور ان کے مطابق اس جنگ میں فتح صوفیائے کرام کو حاصل ہوئی اور جو بچے کھچے علماء تھے ان کو بھی کسی نہ کسی خانوادے میں بیعت کرنی پڑی۔

اقبال نے اسلام کی اصلاح پر بہت زور دیا۔اپنے ایک خط میں میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کو لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک اس وقت سب سے مقدم کام تبلیغ اسلام کا ہے۔''

اسلام کی تبلیغ کا کام انہوں نے تمام کاموں پر مقدم کیوں سمجھا اور خود کو اس کام کے لیے وقف کرنے پر بھی آمادہ کیوں تھے؟ کیوں کہ اس زمانے میں انگریز اور ہندو مسلمانوں کا ملی انحطاط کررہے تھے وہ اس سے بخوبی آگاہ تھے۔منشی محمد صالح کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''اسلام پر ایک بہت بڑا نازک وقت برصغیر میں آرہا ہے۔سیاسی حقوق اور ملی تمدن کا تحفظ تو ایک طرف خود اسلام کی ہستی ہی معرض خطر میں ہے۔'' [اقبال]

علماء نے اقبال پر بہت سارے فتوے اور الزامات لگائے لیکن اقبال اپنے فرض منصبی کو بااحسن طریقے سے ادا کرتے رہے، اقبال ساری ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور اللہ کے حضور ملک وملت کی بہتری کے لیے دعا گو رہتے تھے۔

۱۹۱۶ء میں اپنے ایک ہندو دوست کو جس پر انہیں اعتماد تھا کہ وہ کبھی بھی اس راز کو عام نہیں کرے گا لکھتے ہیں کہ

''سردی آرہی ہے صبح چار بجے، کبھی تین بجے اٹھتا ہوں اور پھر اس کے بعد نہیں سوتا سوائے اس کے کہ مصلّے پر اونگھ جاؤں۔'' [اقبال]

''اقبال کو تہجد کے وقت عبادت کرنے کا بہت لطف ملتا تھا، اس

بات کا اظہار انہوں نے ۱۹۱۸ء میں مہاراجہ کشن سے کیا۔ جو بھی اقبال کو دعا کے لیے کہتا وہ تہجد سے پہلے اور بعد میں اس کے لیے خدا کے حضور دعا کیا کرتے۔''

ناصرف علماء کو تنقید کا نشانہ بنایا بلکہ تصوف کے اندر پیدا ہونے والی خرافات کی نشان دہی بھی کی۔ پیرزادہ مظفر الدین صاحب کو لکھتے ہیں کہ

''تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرونِ اولیٰ میں اس کا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظامِ عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات سے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔'' [اقبال]

اقبال تنقید برائے تنقید کے فلسفے پر یقین نہیں رکھتے تھے، بلکہ تنقید برائے اصلاح کی ہمیشہ طرف داری کی اور تنقید برائے اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ غلطی کی نشان دہی کر کے اس کی اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا جائے۔ اقبال کا طریقہ بھی یہی تھا انہوں نے جن چیزوں کی نشان دہی کی ان کی اصلاح کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔

انہوں نے علماء اور صوفیاء کے جو نظریات تھے انہیں قرآن کی روشنی میں بیان کیا اور آخری زندگی میں ان کی کوشش تھی کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں اسلام کے تمام پہلوؤں پر قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق روشنی ڈال سکیں مگر اس میں انہیں کامیابی حاصل نہ ہو پائی۔

اقبال نے جہاں پر خودی کے فلسفے کا پرچار کیا وہیں پر حدود خودی کو متعین کرنے کا نام شریعت رکھا اور شریعت کو دل کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت بتایا۔ اس طرح شریعت اور طریقت کی بڑھتی ہوئی حدوں کو متعین کیا۔

عزیز دوستو! اگر آج سے اسّی سال پہلے یہ تمام خطرات دین محمدؐ کو لاحق تھے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کوئی ایسا مردِ مومن اٹھا جس نے ان تمام خدشات کو دور کیا اگر نہیں تو یہ خدشات آج بھی بدرجہا موجود ہیں۔ جس طرح اس دور میں مسلمانوں کا انحطاط کیا جا رہا تھا آج بھی مسلمانوں کا کلچر آہستہ آہستہ مٹایا جا رہا ہے۔ آج جس ایمانی بے راہ روی کا شکار ہم لوگ ہو چکے ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم نے اپنے ایمان کو شخصیات اور تنظیموں سے منسوب کیا ہوا ہے۔

کسی بھی مسئلے پر ہم قرآن اور حدیث سے رجوع کرنے کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب نے یہ فرمایا اور فلاں صاحب نے یہ فرمایا اور اسی طرح اختلافات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اسی ایمانی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ مسلمان مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے۔ اسلام کے نام پر جنگ ہو رہی ہے مگر افسوس کہ دونوں طرف سے مسلمانوں کے سر ہی کٹ رہے ہیں۔ میدانِ جنگ میں دونوں طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ مرنے والا بھی دین محمدی کا پیروکار ہے اور مارنے والا بھی شریعت محمدی کو نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایک طرف سے ضد، ہٹ دھرمی اور بے لچک رویہ دکھایا جا رہا ہے تو دوسری طرف سے بھی روشن خیالی جیسی اصطلاحات کے زیر سایہ نئے نئے گل کھلائے جا رہے ہیں۔

پچھلے ساٹھ سالوں سے جو اپنے تھے انہیں پرایا بنایا جا رہا ہے۔ کل اور آج کے حالات کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو شائبہ ہوتا ہے کہ اگر کل کے حالات نے آج بلوچستان اور افغانستان میں خانہ جنگی کا آغاز کیا ہوا ہے تو عین ممکن ہے کہ آج کے گونا گوں حالات کل پنجاب میں بھی یہی حالات پیدا کریں۔ آج پاکستان کی بے گناہ عوام غیروں کی لگائی ہوئی آگ میں جھلس رہے ہیں تو عین ممکن ہے کہ کل آگ لگانے والے ہاتھ اور آشیاں دونوں ہمارے اپنے ہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کل ہمارے اپنے ہی ہاتھ ہمارا گریبان چاک کر رہے ہوں۔

آج ہم جس کو دیوانگی کہہ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ کل وہ دیوانگی ہمارے اپنے ہی سروں پر مسلط ہو۔ آج ہم نے سڑکوں پر پانی کی طرح خون بہا کر کربلا کی یاد تو تازہ کر دی ہے مگر شاید ہم یہ بھول گئے ہیں کہ کربلا کے بعد ایک طرف تو اسلام زندہ ہوا تھا مگر دوسری طرف بنوامیہ کے دور میں جو تبدیلیاں اسلام میں رونما ہوئیں ان کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ آج منبروں پر جو فرقہ واریت پھیلائی جا رہی ہے،

جس قدر نفرت عام ہوئی ہے، آج جو چنگاری ہمارے درمیان لگائی گئی ہے عجب نہیں کہ کل اس آگ میں ہماری آنے والی نسلوں کو نہ جھلسنا پڑے۔

قائد نے جو کشتی طوفان سے نکال کر ہمارے حوالے کی تھی اس کی اساس مضبوط تھی مگر جو کشتی ہم اپنی آنے والی نسلوں کو دے کر جا رہے ہیں اس میں دشمنوں نے ہزاروں چھید کر ڈالے ہیں۔

اقبال نے اک تازہ ولولہ ہمارے دلوں کو دیا تھا مگر آج ہمارے حوصلوں کو پست کرنے والے کون سے عوامل ہیں۔ اپنی نظریاتی اساسوں کی حفاظت کرنے کی بجائے ہم روزانہ کوئی نہ کوئی نیا نظریہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی حکمران دین اکبری کے نام سے دکان سر بازار کھولتے تھے تو آج کے ناخدا اسلام کے بارے میں نئے نئے نظریات کا پرچار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! جب بھی جسم کا مدافعتی نظام کمزور پڑتا ہے۔ جراثیم جسم کے اندر بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایسا کون سا سبب تھا جس نے ہمارے مدافعتی سسٹم کو کھوکھلا کر کے ہماری بنیادوں کو کمزور کر ڈالا ہے۔ ایسی کون سی مجبوری تھی جس نے ہمیں لاچار کر ڈالا جس کی وجہ سے ہماری تمام طاقتیں مفقود ہو کر رہ گئیں اور ہم اپنی ناتوانی کو اپنی مجبوری سمجھ کر اسے اپنے لیے موجب تسکین قرار دینے لگے۔ اور اس کے پردے میں اپنی سستی، کاہلی اور نالائقی کو چھپانے لگے وہ ہتھیار جو دشمن نے استعمال کیا تھا کہ بھائی کو بھائی سے لڑا دو، جب بھائی بھائی سے لڑے گا تو ہم دونوں گروہوں کو بڑھاوا دے کر دونوں کو آپس میں لڑوائیں گے، دونوں آپس میں لڑتے رہیں گے وہ کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جائیں گے اور ہم طاقت ور سے طاقت ور ترین۔ آج فقط ضرورت ہے تو اپنے اندر ہم آہنگی پیدا کرنے کی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کا فائدہ انگریز نے اٹھایا تھا تو ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کا فائدہ یہودی عیسائی یا ہندو اٹھائیں۔

اقبال نے شیخ عبداللہ کو ۱۹۳۳ء میں اپنے ایک خط میں لکھا تھا:

''ہم آہنگی ایک ایسی چیز ہے جو تمام سیاسی و تمدنی مشکلات کا علاج ہے، ہندی مسلمانوں کے کام اب تک محض اس وجہ سے بگڑے رہے ہیں کہ یہ قوم ہم آہنگ نہ ہوسکی اس کے افراد، بالخصوص علماء اوروں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بنے رہے بلکہ اس وقت بھی ہیں۔'' [اقبال]

اگر اس وقت ہم اپنے اندر گفت وشنید سے ہم آہنگی پیدا کر لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ ہم اس ملک عظیم کو عظیم تر بنانے میں کامیاب ہو جائیں، آپس میں لڑتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اب جو راہ نکلے گی وہ مفاہمت سے ہی نکلے گی۔ جنگوں سے کبھی مسئلے حل نہیں ہوئے البتہ تھوڑی دیر کے لیے دب ضرور جاتے ہیں۔

ساحرلدھیانوی نے اس بات کو نہایت خوب صورتی سے بیان کیا ہے:

بم گھروں پہ گریں کہ سرحد پر — روح تعمیر زخم کھاتی ہے
کھیت اپنے جلیں کے اوروں کے — زیست فاقوں سے تلملاتی ہے
ٹینک آگے بڑھیں کے پیچھے ہٹیں — کوکھ دھرتی کی بانجھ ہوتی ہے
جنگ تو خود ایک مسئلہ ہے — جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی — بھوک اور احتیاج کل دے گی
امن کو جن سے تقویت پہنچے — ایسی جنگوں کا اہتمام کریں
جنگ دہشت سے بربریت سے — امن، تہذیب وارتقاء کے لیے
جنگ، افلاس اور غلامی سے — امن بہتر نظام کی خاطر
جنگ، بھٹکتی ہوئی قیادت سے — امن، بے بس عوام کی خاطر
جنگ جنگوں کے فلسفے کے خلاف — امن پرامن زندگی کے لیے

تو تب ان شاءاللہ تعمیری روح جنم لے گی اور وہی زمانہ، اور جب ہم جنگ کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے ان شاءاللہ اسلام کے انقلاب کا زمانہ ہوگا جس کی پیشین گوئی اقبال نے کی تھی۔

دنیا کے دل میں انقلاب ہے اس واسطے قلوب انسانی اس انقلاب سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اسلام کی عظمت کا زمانہ ان شاءاللہ قریب آرہا ہے۔ [اقبال]

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔

افکارِ معاصرین

اوریا مقبول جان

جب تک ویسا قانون نہیں آتا

کیا یہ وہی امت ہے جس کا کل اثاثہ سید الانبیاء ﷺ سے عشق اور محبت اور کل متاع ان کی حرمت پر کٹ مرنے کی آرزو تھی۔ میرے جیسے دقیانوس اور فرسودہ خیال شخص کے سامنے آج کے روشن خیال دانشور کیسی کیسی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ فیس بک یا یوٹیوب بند کر کے دنیا سے کٹ جاؤ گے۔ دنیا تم پر ہنسے گی۔ پہلے ہی پاکستان کا دنیا بھر میں شمار دہشت گردوں کی پناہ گاہ کے طور پر ہوتا ہے۔ تم جیسے لوگ تو پتا نہیں کس صدی میں رہتے ہو۔

کیا آج کے دور میں کسی کو طاقت کے زور پر کچھ کہنے، کرنے، لکھنے، یا کارٹون بنانے سے روکا جا سکتا ہے۔ ان سب کا مقابلہ تو عقل سے اور ٹھنڈے دماغ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن تم جیسے لوگ تو بس لوگوں کو جذبات کی رو میں بہا کر ڈبو دیتے ہو۔ لیکن میں کیا کروں میں جب سید الانبیاء ﷺ کی شان میں گستاخی کے درد اور کرب سے گزرتا اور دوسری جانب ان آزادئ اظہار اور ترقی کے دیوانوں کی باتیں سنتا ہوں تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ آزادئ اظہار کے نعرے کے دلدادہ ان دانش وروں کو شاید یورپ اور امریکہ کے وہ قوانین نظر نہیں آتے جو ان ملکوں کے آئین اور قانون میں یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کو جرم قرار دیتے ہیں اور گزشتہ ساٹھ سالوں سے ہزاروں لوگ ان جرائم کی پاداش میں جیل جا چکے ہیں، کئی اخبارات اور رسائل بند ہو چکے ہیں، کتابیں ضبط کی جا چکی ہیں اور ویب سائٹس پر پابندی لگائی جا چکی ہے۔

انسانی آزادی، اظہارِ رائے اور حرمتِ لفظ و تحریر کے ان پروانوں کو میں صرف اس سال یعنی ۲۰۱۰ء کے دوران سزا پانے والے اور پابندی لگنے والی ویب سائٹس اور ٹی وی چینلوں کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں اور پھر سوال کروں گا کہ کیا یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے جرم کو عقل اور ٹھنڈے مزاج سے نہیں روکا جا سکتا تھا۔ ان کے خلاف بات کرنے والوں کو سزا کا مستحق کیوں قرار دیا گیا۔

۱۵ مئی ۲۰۱۰ء یونان کے شہر سیلونیکا میں ایک یہودی قبرستان کے باہر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھنے پر تین افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں ایک سترہ سالہ بچہ بھی شامل تھا۔ اسی دن یعنی ۱۵ مئی کو پولینڈ کے جنوب میں ایک فٹ بال سٹیڈیم سے پانچ شائقین کو گرفتار کیا گیا جنھوں نے یہودیوں کے بارے میں ایک بینر پر ایک بڑا سا کارٹون بنایا تھا جس میں ایک لمبی ناک والا شخص جو یہودیوں کی علامت ہے اس پر موت کی علامت بنائی گئی تھی۔

۱۱ مئی، ۲۰۱۰ء کو کینیڈا کے ایک ۸۳ سالہ بوڑھے شخص میکس مہر کو چھ ماہ قید سنائی گئی اور دو سال پروبیشن پر رکھنے کو کہا گیا جس نے دیوار پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھے تھے۔

۶ مئی، ۲۰۱۰ء کو امریکہ کے شہر نورفوک کی عدالت نے ایک شخص کرسٹوفر بروکس کو پانچ سال قید کی سزا سنائی جس نے ساٹھ سٹکروں پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھے اور انہیں گرجے کی دیواروں پر لگایا۔

۳ مئی ۲۰۱۰ء کو ناروے کی وزارتِ ثقافت نے ایک مصری ٹیلی ویژن ''الرحمۃ'' کی نشریات پر پابندی لگا دی کیوں کہ وہ یہودیوں کے خلاف نفرت اُگلتا تھا۔

اسی ٹیلی ویژن چینل پر فرانس میں ۳۱ را کتوبر ۲۰۰۴ء کو اس وقت پابندی لگائی جب اس نے ایک مصری عالم دین کی یہودیوں کے خلاف تقریر نشر کی۔

۳۰ راپریل ۲۰۱۰ء کو برطانیہ کی نیوکاسل عدالت نے ۱۹ سالہ نکی ڈیوسن جو ایک دودھ بیچنے والا نوجوان ہے اس کو اس بات کا مجرم قرار دیا گیا کہ اس نے انٹرنیٹ پر یہودیوں کے خلاف آرین سٹرائک نامی ایک گروپ بنایا تھا۔ اس سارے فیصلہ کی سماعت صرف پچاس منٹ میں مکمل ہوگئی۔

۱۶ راپریل ۲۰۱۰ء کو جرمنی کے شہر ریگن برگ کی ایک عدالت نے

ایک عیسائی بشپ رچرڈ ولیم سن کو اس بات پر سزا سنائی کہ اس نے سویڈن کے ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ جنگ عظیم دوئم میں یہودیوں کا قتل عام ہوا تھا۔

۱۴/اپریل ۲۰۱۰ء کو فرانس کی حکومت نے وہاں کے ایک سیٹلائٹ آپریٹر کو حکم دیا کہ وہ ایک مصری چینل کی نشریات مکمل طور پر بند کردے۔ کیوں کہ یہ یہودیوں کے خلاف نفرت پھیلاتا ہے۔

۱۲/اپریل ۲۰۱۰ء کو اٹلی کی ایک عدالت نے ایک شخص پاؤلومنزی کو اس بات پر مجرم قرار دیا کہ اس نے انٹرنیٹ پر ایک بلاگ بنایا تھا جس میں ۱۶۲ یونیورسٹی پروفیسروں کی لسٹ شائع کی تھی جو متعصب یہودی ہیں۔

کینڈا کی یارک یونیورسٹی نے یکم اپریل ۲۰۱۰ء کو ایک طالب علم کو یونیورسٹی سے نکال دیا جس نے یہودیوں کے خلاف ایک ویب سائٹ بنائی تھی۔ اس وقت وہ شخص انٹیر یو پولیس کی تحویل میں ہے۔

۲۵ مارچ ۲۰۱۰ء کو امریکہ کے شہر یوجین کی پولیس نے ایک شخص مائیکل رسٹر کو گرفتار کیا جو بازاروں میں یہودیوں کے خلاف نعرے لگاتا تھا۔

۱۸ مارچ ۲۰۱۰ء کو امریکہ کی ریاست ٹیکساس کی عدالت نے ایک فرم برادر سکاٹ کو ایک لاکھ پندرہ ہزار ڈالر جرمانہ کیا تھا۔ کیوں کہ اس کے اعلیٰ افسران اکثر گندے یہودی "Dirty Jew" جیسے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

۱۸ مارچ ۲۰۱۰ء کو کینڈا کے شہر کالگری میں ایک ۱۷ سالہ لڑکے کو گرفتار کیا گیا جو دیواروں پر یہودیوں کے خلاف نعرے لکھتا تھا۔

۹ مارچ ۲۰۱۰ء کو سپین کے شہر بارسلونا کی عدالت نے ایک شخص پیڈرو ویریلا کو دو سال نو ماہ کی قید کی سزا سنائی۔ یہ شخص ایک کتابوں کی دکان یوریا بک سٹور کا مالک تھا اور یہودیوں کے خلاف کتابیں بیچتا تھا۔

۲۰ فروری ۲۰۱۰ء کو امریکہ کے شہر بوکارائن کی پولیس نے ۱۵ سے ۱۶ سال کی عمر کے تین لڑکوں کو گرفتار کیا جنہوں نے ایک یہودی عبادت گاہ کے پاس کھڑے ہو کر انہیں برا بھلا کہا تھا۔

۱۸ فروری ۲۰۱۰ء کو چیک ریپبلک کی سپریم کورٹ نے ایک سیاسی پارٹی ''ورکرز پارٹی'' پر پابندی لگائی۔ کیوں کہ وہ یہودیوں کے خلاف نظریات رکھتی تھی۔

۱۳ فروری ۲۰۱۰ء کو برطانیہ کی لبرل ڈیموکریٹ کی رکن اور ترجمان بیرنس جینی ٹونگے کو پارٹی سے برطرف کردیا۔ کیوں کہ اس نے صرف یہ بیان دیا تھا کہ اسرائیلی افواج نے ہیٹی کے زخمیوں کے اعضاء فروخت کرڈالے تھے۔

۱۱ فروری ۲۰۱۰ء کو برطانیہ کے کلیمنگ علاقے کے جج نے ۱۸ سالہ جورڈن بولٹن کو مجرم قرار دیا۔ کیوں کہ اس نے ایک نوکری دینے والے ادارے میں یہ نعرہ لگایا تھا ''یہودی کے لیے موت'' اسے بارہ ماہ کی سزا سنائی گئی۔

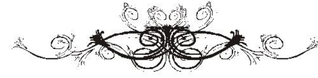
۵ جنوری ۲۰۱۰ء کو نیویارک کے علاقے بروک لین کے ایولوا ایونو کو اس جرم پر ۱۸ سال قید کی سزا سنائی گئی کہ اس نے ۲۳ جگہوں پر یہودیوں کے خلاف بینر لگائے تھے۔

۵ فروری ۲۰۱۰ء کو روس کے شہر پیٹرز برگ کے اخبار آرتھوڈوکسر شیا کے چیف ایڈیٹر کانٹیٹن ڈرشبود کو تین سال سزا سنائی۔ کیوں کہ اس نے اپنے اخبار میں یہودیوں کے خلاف لکھا تھا۔

یہ صرف گزشتہ تین ماہ کے چند اہم مقدمے ہیں۔ اور میں اسے صرف ان لوگوں کے لیے لکھ رہا ہوں جنہیں آزادیٔ اظہار کے جنون میں اندازہ نہیں کہ اس امت کی سید الانبیاء ﷺ کے ساتھ کتنی محبتیں وابستہ ہیں۔ لیکن میرا دکھ گہرا ہے۔ ہم شافع محشر سے شفاعت کے طلب گار ہیں لیکن ہمارے جذبات اور محبت کسی اور سے وابستہ ہے۔ ہم میں سے کسی سیاسی پارٹی کے لیڈر کی شان میں گستاخی کرواور نتیجہ دیکھ لو۔ کیسے دھڑلے سے کہا جاتا ہے کیا اس کی قبر پر مقدمہ چلاؤ گے۔ ہم دیکھ لیں گے۔ کاش اس اقتدار کے ایوانوں سے لوگ اٹھ کھڑے ہوتے اور کہتے ہمیں سید الانبیاء ﷺ اپنے ماں باپ سے، اپنے لیڈر سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہم تم سے نفرت کرتے ہیں، جو دکاندار کسی کے باپ کو گالیاں دیتا ہو کیا اس کی دکان سے سودا خریدا جا سکتا ہے۔

لیکن ہم وہ بے حس ہیں جو انہیں کا مال روز استعمال کرتے ہیں اور انہیں سے تعلق بھی جوڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہونا چاہیے کہ جب تک یورپ کے ممالک توہین سید الانبیاء ﷺ کے بارے میں ویسا ہی قانون نہیں بناتے جیسا انہوں نے یہودیوں کے خلاف لکھنے کے بارے میں بنا رکھا ہے تو ہمارا تم سے کوئی رشتہ نہیں۔ ہمارا جینا مرنا الگ ہے۔ اگر مسلم امہ نے ایسا کر لیا تو یہ پیسے پر مرنے والے، ملٹی نیشنل کے غلام اس امت سے ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگیں گے اور اپنے ملکوں میں ویسا قانون بھی لائیں گے۔ سید الانبیاء ﷺ سے عشق کا تقاضا یہی ہے جب تک ویسا قانون نہ آئے ہمارا جینا مرنا ان سے الگ، جدا۔

[روزنامہ ایکسپریس، ۲۲ مئی ۲۰۱۰ء]



برقعہ ایک اسلامی غیرت ہے

برقعے کو ہندوؤں کا کلچر قرار دینے کی کوشش پر محترمہ ناصرہ اقبال کو بروقت ٹوکنے کا فریضہ ادا کرنے پر (الاعتصام شمارہ ۱۸، جلد ۶۲) ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب کی یہ دلائل تحریر بڑی معقول ہے۔ بدقسمتی ہے کہ یہ نامور جوڑا صرف بات کر دینے کا عادی ہو چکا ہے۔ شراب نوشی ظاہر ہونے پر ڈاکٹر جاوید اقبال کا دلائل دینا خدا کی حاکمیت سے بے نیازی ہی تھی۔ ان لوگوں کی جائے رہائش، ان لوگوں کے اردگرد کا ماحول۔ اسلامی اقدار کی قدر و قیمت سے بے بہرہ لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے والوں سے ایسی بے نیازی کا مظاہرہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ عربی میں خاتون کے لیے ''مستور'' چھپی ہوئی کو یہ عالم فاضل لوگ جھٹلا کر خدا معلوم کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ شوشہ چھوڑ دینے کا مطلب ماسوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ گاہے گاہے اپنے وجود کا احساس دلانا چاہتے ہیں ورنہ ہندوؤں کے ہاں تو پردے کا تصور ہی نہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے کے چودہ پندرہ سالوں میں کسی ہندو خاتون کو میں نے برقعہ پہنے نہیں دیکھا۔ پاکستان بن جانے کے بعد کی پیدائش والی اس محترمہ نے خدا معلوم کس خواب سے بیدار ہو کر یہ بیان بازی کی ورنہ رشوت لینے والی باتوں پر یہ لوگ گونگے بنے رہے۔ ڈاکٹر عبدالغنی فاروق کی کاوش حوصلہ افزائی کی مستحق ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ......! [فیاض محمد فضا، مصری شاہ، لاہور]

الجامعۃ السّلفیہ اسلام آباد میں دوسرے ”آل پاکستان مسابقہ حفظ وفہم الحدیث“ کا انعقاد

ملک بھر کے سلفی مدارس کے طلباء کے مابین ”دوسرا آل پاکستان مسابقہ حفظ وفہم الحدیث“ ۲۵/اپریل ۲۰۱۰ء بروز اتوار ”جامعہ سلفیہ اسلام آباد“ میں منعقد کیا گیا، جس میں ملک بھر کے سلفی دینی مدارس کے طلباء نے شرکت کی۔ اُن مدارس کے نام یہ ہیں:

۱۔ الجامعۃ السّلفیہ H-8 اسلام آباد۔ ۲۔ جامعۃ الحرمین اہل حدیث (افشاں کالونی رینج روڈ، پشاور روڈ راولپنڈی۔ ۳۔ جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ گوجراں والا)۔ ۴۔ الجامعۃ الاسلامیہ السّلفیہ نصر العلوم (عالم چوک گوجراں والا)۔ ۵۔ دارالعلوم جامعہ اسلامیہ سلفیہ اہل حدیث (جامع مسجد مکرم، ماڈل ٹاؤن، گوجراں والا)۔ ۶۔ جامعہ ابی ہریرۃ اہل حدیث (جامع مسجد محمدی اہل حدیث، کوٹ بھونیداس گوجراں والا)۔ ۷۔ مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا۔ ۸۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ (ماڈل ٹاؤن لاہور)۔ ۹۔ مرکز المودۃ الخیری (ڈیرہ غازی خان)۔ ۱۰۔ جامعۃ الشیخ جمیل الرحمٰن للدعوۃ الاسلامیہ اہل حدیث (جماعت الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، صوابی)۔ ۱۱۔ جامعہ تقویۃ الاسلام السّلفیہ (کھلابٹ ٹاؤن شپ، کہکہ، ہری پور ہزارہ)

اس مسابقے میں جامعہ سلفیہ کے دو طلباء محمد زین عرفان اور محمد شفیق نے بالترتیب اوّل اور دوم پوزیشن حاصل کی۔ تیسری پوزیشن جامعۃ الحرمین راولپنڈی کے طالب علم سید اسامہ زیدی بن سید طالب الرحمٰن شاہ نے حاصل کی۔ اس مسابقہ میں درجہ بالا گیارہ (۱۱) مدارس کے ۲۶ طلباء شریک ہوئے۔ تمام شرکاء مسابقہ میں انعامات وتعریفی اسناد تقسیم کی گئیں۔ جب کہ اوّل دوم اور سوم آنے والے طلباء میں بالترتیب دس ہزار (۱۰،۰۰۰) سات ہزار (۷۰۰۰) اور پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے نقد انعام سے نوازا گیا۔ دیگر سات پوزیشنیں حاصل کرنے والے تمام طلباء کو ایک ایک ہزار روپیہ انعام دیا گیا۔

[سید کلیم حسین شاہ، الجامعۃ السّلفیہ، اسلام آباد]

فکرِ آئندہ

مر چکی ہے روشنی کوئی کرن زندہ نہیں
جگنوؤں سے کیا گلہ تارے بھی تابندہ نہیں

دوسروں کی لغزشوں کو دیکھنا آسان ہے
اپنے کردار و عمل پر کوئی شرمندہ نہیں

سوکھے دریاؤں میں خیمہ زن مسافر کون ہیں
آج کی راحت میں گم ہیں فکرِ آئندہ نہیں

خون کے چھینٹوں سے پاکیزہ ہے میری آستیں
شکر ہے دربارِ شاہی کا میں کارندہ نہیں

تنگ پیراہن ہیں لڑکے ، سر برہنہ لڑکیاں
اس بھری نگری میں شاید کوئی باقندہ نہیں

چاند کی وادی کا جھونکا تھا کہ انجم کا سفیر
کچھ بھی ہو وہ شخص اس دھرتی کا باشندہ نہیں

پاؤں کے چھالوں کو راسخ خود نمو غنچے کہوں
میں پرانی اصطلاحوں کا نمائندہ نہیں

[راسخ عرفانی]
